صفاتِ نفس

یعنی

اَمّارہ لوّامہ مُطمئِنّہ

شیخ الاسلام امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۵۱ھ کی
''کتاب الروح'' کی چند اہم فصلوں کا ترجمہ

مترجم

مؤرخ اسلام مولانا قاضی اطہر مبارکپوری رحمہ اللہ

قاضی اطہر اکیڈمی، الجامعۃ الحجازیہ، مبارکپور، اعظم گڈھ، یوپی انڈیا

صفاتِ نفس

یعنی

اَمّارہ لَوّامہ مُطمئِنّہ

شیخ الاسلام امام شمس الدین ابو عبداللہ محمد ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۷۵۱ھ کی کتاب الروح کی چند اہم فصلوں کا ترجمہ

مترجم

مورخِ اسلام مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوریؒ

ناشر

قاضی اطہر اکیڈمی، الجامعۃ الحجازیہ، مبارک پور، اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

تفصیلات رسالہ

نام رسالہ	صفات نفس
تصنیف	علامہ محمد ابن قیم
ترجمہ	مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوریؒ
تحقیق وتعلیق	محمد صادق مبارک پوری
تزئین	(قاری) عثمان غنی عادل جہانا گنج 9450732097
تعداد صفحات	۵۶
سن طباعت	۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵ء
ناشر	قاضی اطہر اکیڈمی الجامعۃ الحجازیہ مبارک پور، اعظم گڈھ یو پی انڈیا

ملنے کا پتہ

شجرۂ نسب خانوادۂ قاضیان

مبارک پور ضلع اعظم گڑھ اتر پردیش انڈیا

قاضی شیخ علی

- قاضی شیخ امام بخش
  - قاضی محمد رضا
    - قاضی شیخ رجب
      - میاں جی حاجی لعل محمد
        - میاں جی عبداللہ
        - میاں جی حاجی اسداللہ
      - میاں جی ولی محمد
        - میاں جی محمد شفیع
          - میاں جی حاجی محمد حسین
        - میاں جی حاجی محمد عمر
          - میاں جی حاجی محمد حسن
            - مورخ اسلام مولانا قاضی اطہر مبارک پوری
              - قاضی خالد کمال
                - قاضی فوزان طارق
              - قاضی ظفر مسعود
                - قاضی فرحان احمد
              - قاضی سلمان مبشر
                - قاضی فیصل
                - قاضی محمد
                - قاضی ریان احمد
              - قاضی حسان احمد
                - قاضی عدنان احمد
                - قاضی ریحان احمد
            - قاضی حیات النبی
            - قاضی ضیاء النبی
            - قاضی غلام النبی
            - قاضی عبدالعزیز
  - قاضی شیخ حسام الدین

فہرست رسالہ

عنوانات	صفحات
☆ اظہارِ تشکر .... قاضی سلمان مبارک پوری	۵
☆ مسلم کی دعا .... مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ	۷
☆ مختصر سوانح مترجم .... محمد صادق مبارک پوری	۹
☆ رسالہ کے بارے میں .... حاجی عبداللہ سمکری صاحب	۱۶
☆ نفس ایک ہے یا تین	۱۷
☆ طمانینت نفس کی حقیقت	۱۹
☆ طمانینت نفس	۲۱
☆ طمانینت احسان	۲۳
☆ فقدان کمال سے اضطراب	۲۴
☆ نفس مطمئنہ کی پہلی منزل	۲۶
☆ نفس لوامہ	۳۱
☆ نفس امارہ	۳۳
☆ نفس مطمئنہ اور نفس امارہ کے تقاضے	۳۹
☆ نفس امارہ کی غارت گری	۴۰
☆ علمائے شریعت کے نزدیک روح کیا ہے	۵۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اظہارِ تشکر

از قاضی سلمان صاحب مبارکپوری

الحمدللہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد!

حضرت علامہ ابن قیمؒ کی ''کتاب الروح'' اپنے موضوع پر نادر اور جامع تصنیف ہے، اس کی افادیت واہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے علامہ ابن قیم کی ''کتاب الروح'' کی چند اہم فصلوں کا یہ ترجمہ دستیاب ہوا ہے، جسے والد مرحوم مورخِ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوریؒ کی زرنگار قلم نے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔

یہ رسالہ جو''صفاتِ نفس'' کے نام سے ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں بمبئی سے شائع ہوا تھا، میرے ہاتھ لگا، جو نہایت بوسیدہ حالت میں تھا، اس کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے دلی خواہش ہوئی کہ اسے دوبارہ شائع کیا جائے، اس رسالہ میں نفس امارہ، لوامہ اور مطمئنہ کی وضاحت کی گئی ہے، اور اس کی حقیقت بیان کی گئی ہے، جو ہمارے لیے دونوں جہان میں نسخۂ سعادت ہے۔

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

(اللہ تعالیٰ کے لیے تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ ایک شخص میں دنیا کی دنیا سمیٹ کر رکھدے)

مؤرخِ اسلام ان تاریخ ساز علماء میں تھے، جن کی انفرادیت اور امتیاز کو علمی دنیا نے تسلیم کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے انھیں علم وفضل کا جو مرتبہ عطا کیا تھا، اسے ایک دنیا جانتی ہے، عرب وہند کے تعلقات پر آپ کی تصانیف مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں، تقریباً نصف

صدی تک آپ نے علمی، دینی اور تحقیقی خدمات انجام دیں ہیں۔

پچاس سے زائد مختلف دینی و علمی علوم وفنون میں آپ کی عربی وارد و تصانیف ہیں۔

مولانا مفتی محمد صادق مبارک پوری زید مجدہم استاذ جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور نے قرآنی آیات کے حوالے اور احادیث نبویہ کی تخریج کی ہیں، جو قدیم نسخے میں نہیں تھی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس رسالہ کو قبول فرما کر مصنف و مترجم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین یارب العالمین۔

طالبِ دعاء

قاضی سلمان مبارک پوری

مدیر قاضی اطہر اکیڈمی، الجامعۃ الحجازیۃ

مبارک پور، اعظم گڈھ، اتر پردیش، انڈیا

PIN 276404

Mob 9936381171

یوم الجمعہ ۹ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ

مطابق ۳۰ جنوری ۲۰۱۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلم کی دعا

مورخِ اسلام حضرت قاضی اطہر مبارک پوریؒ کی پہلی نظم جو ماہ نامہ ''الفرقان'' بریلی بابت جمادی الاخری ۱۳۵۷ھ کے صفحہ ۳۲ پر شائع ہوئی

مولانا اس وقت مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور کے طالب علم تھے۔

الٰہی پھر وہی ساقی وہی میخانہ ہو جائے — حجازی وادیوں میں شورش مستانہ ہو جائے

شبستانِ جہاں توحید کا کاشانہ ہو جائے — ہر اک فردِ بشر اسلام کا پروانہ ہو جائے

الٰہی! پھر پتنگوں میں امنگ وسوز پیدا کر

الٰہی! پھر رُخِ اسلام پر دنیا کو شیدا کر

خدایا! پھر زمانہ کہ ہوا اک دم پلٹ جائے — خدایا! تختۂ باطل جہاں سے پھر الٹ ہو جائے

حجابِ خوابِ غفلت پھر مسلمانوں سے ہٹ جائے — بلا کا رشتۂ باطل دلِ مسلم سے کٹ جائے

الٰہی! قطرۂ نیساں صدف میں پھر دمک اٹھے

الٰہی! گوہرِ ایماں سے پھر دنیا چمک اٹھے

دلِ مسلم کو پھر تو جوشِ ایمانی سے تڑپا دے — حرارت وہ عطا کر جو پہاڑوں کو بھی پگھلا دے

ذرا اک بار پھر اسلام کے شیروں کو بپھرا دے — ذرا آواز گلہ باں کی پھر گلوں میں پہنچا دے

الٰہی پھر رہِ اسلام میں قربان ہو جائیں

فدا کارِ بلالؓ و بوذرؓ و سلمانؓ ہو جائیں

خدایا! پھر کوئی بوبکر سا انسان پیدا کر — جلالِ حضرت فاروق کی سی آن پیدا کر

مسلمانوں میں پھر تو باحیا عثمان پیدا کر — جنابِ حیدرِ کرارؓ سا ذیشان پیدا کر

الٰہی! قرنِ اول دورِ حاضر کو بنا دے تو

الٰہی! خیر و برکت کا زمانہ پھر دکھا دے تو

الٰہی غازیٔ اسلام خالدؓ کو اٹھا دے پھر — جنابِ سعدؓ گہری نیند سوتے ہیں جگا دے پھر

جنابِ عمرو بن عاصؓ کو ہم سے ملا دے پھر — کہاں ہیں بوعبیدہؓ اے خدا! ان کو دکھا دے پھر

ہمیں اب تختۂ فرعونیت کو پھر الٹنا ہے

ہمیں اطہرؔ بتوں کی سلطنت کو پھر پلٹنا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر سوانح مترجم

نام عبد الحفیظ، والد کا اسم گرامی الحاج شیخ محمد حسن، تخلص اطہرؔ، مگر اسی تخلص سے مشہور ہوئے، خاندان میں چلے آرہے عہدۂ قضا کی وجہ سے "قاضی" کہے گئے اور وطن کی طرف نسبت کرتے ہوئے "مبارک پوری" سے مشہور ہوئے، ۴؍رجب ۱۳۳۴ھ مطابق ۷؍مئی ۱۹۱۶ء میں پیدا ہوئے۔

آپ کی والدہ مکرمہ ایک علمی و دینی خانوادہ کی چشم و چراغ تھیں، گویا ننھیال "ہمہ خانہ آفتاب ست" کا مصداق تھا۔

اسی بنیاد پر قاضی صاحب کی تعلیم و تربیت میں ننھیال کا بڑا دخل رہا، ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، پھر مشرقی یوپی کی قدیم درس گاہِ علوم و فنون جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور میں ۱۳۵۰ھ میں داخلہ لیا، ۱۳۵۸ھ تک یہاں تعلیم و تربیت کا سلسلہ رہا، چوں کہ بڑی عسرت کا دور تھا، اس لیے گھر پر کسب معاش کا سلسلہ جاری رکھا۔

محی السنہ حضرت مولانا شکر اللہ صاحب مبارک پوریؒ سے **مرقات، ہدیہ سعیدیہ،** ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، کافیہ، شرح جامی وغیرہ پڑھیں، **بعض کتب منطق مولانا بشیر احمد** مبارک پوریؒ سے حضرت مولانا محمد عمر صاحب مبارک پوریؒ سے **جلالین شریف، حضرت مولانا** محمد یحییٰ صاحب رسول پوریؒ سے ہیئت اور عروض قوافی اور فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب مبارک پوریؒ سے اکثر و بیشتر کتب درسیہ پڑھیں۔

پھر ایک سال دورۂ حدیث شریف کی تعلیم جامعہ قاسمیہ مراد آباد میں حاصل کر کے ۱۳۵۹ھ میں فارغ التحصیل ہوئے، اس چمنستانِ علم میں فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین

صاحب سے صحیح بخاری، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی سے صحیح مسلم اور مولانا محمد میاں صاحب سے سنن ترمذی، دیوان حماسہ، مقامات اور زمخشری کا کچھ حصہ پڑھا۔

زمانہ طالب علمی ۱۳۵۳ھ ہی سے آپ کے اشعار اور مضامین ماہ نامہ ''الفرقان'' ''رسالہ قائد'' مراد آباد، سہ روزہ ''زم زم'' لاہور، ہفتہ وار ''مسلمان'' لاہور، ہفتہ وار ''العدل'' گوجرانوالہ، ''الجمعیۃ'' دہلی وغیرہ میں شائع ہونے لگے، پھر معیاری رسائل ''معارف'' ''برہان''، اور ''دار العلوم'' میں شائع ہونے لگے، رسمی فراغت کے بعد ۱۳۵۹ھ سے ۱۳۶۴ھ تک پانچ سال جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور کے صیغۂ تدریس سے منسلک رہے، پھر ۱۸؍ ماہ مرکز تنظیم اہل سنت امرتسر سے وابستہ ہو کر ردِ شیعیت وقادیانیت پر مضامین لکھے، ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء تک زم زم کمیٹی لاہور سے منسلک رہے، وہاں ۹۰۰؍ صفحات میں منتخب التفاسیر مرتب کی اور دوسری کتابیں بھی لکھی، مگر افسوس کی شائع نہ ہو سکیں، تقسیم ملک کی نذر ہو گئیں۔

تقسیم ہند کے بعد ہفتہ وار اخبار ''انصار'' بہرائچ کے مدیر رہے، یہ اخبار حکومت کے نظر عتاب سے ۸؍ ماہ میں بند ہو گیا، شوال ۱۳۶۶ھ سے صفر ۱۳۶۷ھ تک پھر جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور میں عارضی مدرس رہے، شوال ۱۳۶۷ھ تا شعبان ۱۳۶۸ھ ایک برس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل صوبہ گجرات میں مدرس رہے، نومبر ۱۹۴۹ء میں بمبئی گئے اور دفتر جمعیۃ علماء بمبئی میں افتاء وغیرہ کا کام کیا، جون ۱۹۵۰ء میں وہاں روزنامہ ''جمہوریت'' جاری ہوا تو اس کے نائب مدیر رہے، فروری ۱۹۵۱ء سے مارچ ۱۹۹۱ء تک چالیس سال سے زیادہ مدت تک روزنامہ انقلاب بمبئی میں علمی، تاریخی، دینی، سیاسی مضامین رقم فرماتے رہے، اور یہ روزنامہ ''انقلاب'' کے اربابِ انتظام کی قدردانی ہے کہ آج تک اس کالم کو ہم لوگ قاضی صاحب کی یاد میں ''بیادِ قاضی اطہر مبارک پوری'' دیکھتے آرہے ہیں، ۱۹۵۲ء سے ماہ نامہ

''البلاغ'' بمبئی سے جاری ہوا، اور آپ کی ادارت میں ۲۵؍ سال تک شائع ہوتا رہا، انجمن اسلامی ہائی اسکول بمبئی میں ۱۹۶۰ء سے دس سال تک دینی تعلیم دی، دار العلوم امدادیہ بمبئی میں دو مرتبہ تدریسی خدمات انجام دیں، ۳۰؍ سال سے زائد عرصہ تک بمبئی میں صحافت و تدریس و تالیف میں مصروف رہے، بھیونڈی بمبئی سے قریب میں ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں مدرسہ ''مفتاح العلوم'' قائم کیا، جو بڑی تعلیم گاہ بن چکا ہے، ۱۹۷۶ء میں انصار گرلس ہائی اسکول مبارک پور میں جاری کیا، ۱۴۰۱ھ میں الجامعۃ الحجازیہ اور حجازی مسجد تعمیر کرائی، ۱۹۸۵ء میں علمی و تاریخی تصانیف پر حکومت ہند نے آپ کو اعزازی ایوارڈ عطا کیا، ۱۹۸۰ء پھر ۱۹۸۴ء اور ۱۹۸۶ء میں نیم سرکاری تنظیم فکر ونظر سندھ کی دعوت پر سرکاری مہمان کی حیثیت سے پاکستان گئے، تنظیم نے آپ کی تصانیف شائع کیں، ایک اجلاس کر کے ان کا رسم اجرا کیا، اور آپ کو ''محسن سندھ'' کا خطاب دیا، جنرل ضیاء الحق صدر پاکستان نے اپنے ہاتھوں سے اعزازی نشان اور ہدایا وتحائف دیئے، آپ کی تصانیف کو اس درجہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ آپ کی تصانیف کا دنیا کی مختلف زبانوں عربی، انگلش، سندھی میں ترجمہ کرا کر شائع ہوئیں اور بعض تصانیف مصر اور ریاض سے بھی چھپیں۔

قاضی صاحب بلند پایہ محقق، عظیم مصنف، ماہر ادیب، قادر الکلام شاعر اور سادگی و تواضع میں سلف صالحین کی نظیر تھے۔

قاضی صاحب علم وفضل، علمی تلاش وتحقیق، تصنیف وتالیف کے ذوق کے ساتھ فضائل اخلاق، سادگی وبے تکلفی، توازن واعتدال، حق پسندی وغیر جانبداری، مروت ورواداری، گونا گوں محاسن سے آراستہ تھے، ان کی شخصیت میں عالم کا وقار، داعی کا اخلاص، مرد مومن کی دل نوازی، محقق کی تلاش وجستجو، اور دین کامل کی جامعیت کی جھلکیاں دلوں کو مسرور اور نگاہوں کو

مسور کر دیتی تھیں۔

نماز باجماعت کے نہایت پابند، شاہانہ دعوت ٹھکرا دیتے تھے، اگر اس میں کوئی خلاف شرع کام ہوتا، روزانہ صبح قبرستان جاتے، مردوں کو ایصال ثواب کرتے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے خوگر تھے، ۵/بار حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرور ہوئے۔

زندگی کے آخری پڑاؤ میں نزلہ زکام میں مبتلا رہنے لگے، جس کی وجہ سے ناک کے بائیں سوراخ سے خون آنے لگا، ۲۹/اکتوبر ۱۹۹۵ء کو اعظم گڈھ میں ناک کا آپریشن کرایا تھا، پھر ۶/جنوری ۱۹۹۶ء سے بار بار پیشاب کا عارضہ لاحق ہو گیا۔

بالآخر ۲۷/صفر ۱۴۱۷ھ ۱۴/جولائی ۱۹۹۶ء یکشنبہ کا دن گذار کر شب میں دس بجے جوار رحمت میں پہونچ گئے، دوسرے روز دوشنبہ کو تین بجے دن میں مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے نماز جنازہ پڑھائی، بنارس، جون پور، اعظم گڈھ، مئو، غازی پور، گورکھپور وغیرہ کے علمائے کرام اور فضلائے عظام کے عظیم مجمع میں نماز جنازہ اور تدفین عمل میں آئی۔

قاضی صاحب کو کل ۸/اولادیں ہوئیں، دو بچے شریف انور اور انور جمال صغر سنی ہی میں فوت ہو گئے، بقیہ ۶/اولادیں جن میں ۴/لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، ان کا مختصر تذکرہ حوالۂ قلم کیا جاتا ہے۔

(۱) مولانا قاضی خالد کمال صاحب سب سے بڑے فرزند، بہت ہی تیز، ذہین وفطین عالم دین، ادیب وشاعر، اور اسلامی دانشور تھے، اور محفل کو زعفران زار بنانے والی شخصیت کے مالک تھے، اپنے والد مکرم کی طرح قلم وقرطاس کی دولت سے نوازے گئے تھے، ان کے مضامین مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہوتے تھے۔

یکم دسمبر ۱۹۳۸ء کو ولادت ہوئی، جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور میں عالمیت اور دارالعلوم دیوبند میں فضیلت کی تکمیل کی، کچھ دنوں احیاء العلوم میں معلمی کی، پھر چند سالوں کے بعد مدرسہ مفتاح العلوم بھیونڈی میں تدریسی خدمات انجام دی۔

۱۹۶۲ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ میں بغرض تعلیم داخل ہوئے، ۱۹۶۷ء میں فراغت ہوئی تو مغربی افریقہ گھانا میں مبعوث ہوئے، جہاں ۱۴/سال تک خدمات انجام دیں اور خصوصاً رد قادیانیت پر بڑا کام کیا۔

۱۹۸۱ء میں مملکت سعودیہ نے آپ کو نیوزی لینڈ بھیج دیا، جہاں ۱۸/سال بحیثیت مبلغ مقیم رہے، اور اسلام اور مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کی، رسومات وبدعات کا خاتمہ کیا، اور پورے وقار کے ساتھ ترجمانِ اسلام بن کر رہے، اور اپنی جد وجہد سے ویلنگٹن میں اسلامی سینٹر قائم کر کے پہلی مسجد کی بنیاد رکھی، اور ملک میں مسلمانوں کو آزادی اور مساوات کا حق دلایا۔

آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادے فوزان طارق ہیں اور بقیہ ۵/صاحبزادیاں ہیں۔

آپ پر برین ہیمریج کا حملہ ہوا اور آپریشن ہوا، آخر اسی مرض میں ہندوستانی تاریخ سے ۵/دسمبر ۱۹۹۹ء ۶/بجے شام کو انتقال فرما گئے۔

(۲) مولانا قاضی ظفر مسعود صاحب علم وادب کے شیدائی، وسیع المطالعہ، ادبی تقریبات سے خاص تعلق رکھنے والے، اور انصار گرلس انٹر کالج کے بانیوں میں سے تھے، انھیں موقع محل کے اچھے اشعار خوب یاد تھے۔

یکم/دسمبر ۱۹۴۱ء کو پیدا ہوئے، پرائمری کی تعلیم جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور میں حاصل کی، پھر ایم پی انٹر کالج مبارک پور سے ۱۹۶۰ء میں ہائی اسکول پاس کیا، پھر دینی تعلیم کے لیے جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور میں داخل ہوئے، اور ۱۹۶۹ء میں مدرسہ مفتاح

العلوم مئو سے پہلی پوزیشن سے عالم کا امتحان پاس کیا، ۱۹۶۸ء میں حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب مرادآبادیؒ نے آپ کی علمی لیاقت سے خوش ہوکر خصوصی سند حدیث سے نوازا۔

فراغت کے بعد علمی ودینی سرگرمیاں جاری رہیں، جن سے بہت سے علمی وادبی میدان سرسبز وشاداب ہوئے، اور کئی انجمن، لائبریریاں، ادارے وجود میں آئے، آپ کی ۹/اولاد ہیں، ایک لڑکے مولوی فرحان ظفر قاسمی اور بقیہ لڑکیاں ہیں۔

وفات سے ایک ہفتہ پہلے پی جی آئی اسپتال لکھنؤ میں دل کا آپریشن کرایا تھا، مگر زندگی وصحت مقدر نہ تھی، آخر ۱۷/دسمبر ۲۰۰۹ء پنجشنبہ کی شب میں انتقال فرماگئے، بعد نماز ظہر شاہ پنجہ میں نماز جنازہ اور تدفین عمل میں آئی۔

(۳) مولانا قاضی سلمان مبشر صاحب تیسرے صاحب زادے ہیں۔

یکم جنوری ۱۹۵۴ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی اور متوسطات کی تعلیم جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور میں حاصل کی، پھر ایک سال دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے، ۱۹۷۴ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، اور ۱۹۷۸ء میں کلیۃ الدعوۃ واصول الدین کی تکمیل کی، پھر مملکت سعودیہ عربیہ سے بحیثیت داعی و مدرس گھانا مبعوث کیے گئے۔

۱۹۹۲ء میں تبادلہ کراکے ہندوستان آگئے، اور مختلف مدارس اسلامیہ میں تعلیم وتربیت دے کر اس وقت دارالعلوم انجان شہید ضلع اعظم گڈھ میں صیغۂ تدریس سے منسلک ہیں، اپنے والد علام کے علمی وتاریخی کارناموں کو منظر عام پر لانے کی دل میں تڑپ رکھتے ہیں، اس سلسلہ میں مختلف اداروں اور افراد سے تعلقات قائم کیے ہوئے ہیں، قاضی صاحب کی جو تصانیف نایاب ہوچکی تھیں، ان کی اشاعت ثانی کرانے اور جو منتظرِ اشاعت ہیں ان کو

زیورِ طبع سے آراستہ کرنے میں تگ ودو، قیمتی وقت اور صرف کثیر کو لگارہے ہیں، آپ کی ۵/اولاد ہیں، تین لڑکے قاضی فیصل، قاضی محمد، قاضی ریان احمد اور دولڑکیاں ہیں۔

(۴) قاضی صاحب کے سب سے چھوٹے فرزند قاضی حسان احمد ہیں، یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ کو پیدا ہوئے، جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور سے تعلیمی سلسلہ شروع کر کے شبلی نیشنل کالج اعظم گڈھ سے بی اے کیا، پھر کارِ تجارت میں لگ گئے، فی الحال انصار گرلس میں امور مفوضہ انجام دے رہیں۔

آپ کے دولڑکے قاضی عدنان اور قاضی ریحان اور ۶/لڑکیاں ہیں۔

(۵) امۃ الرحمٰن ام سلمہ یکم مارچ ۱۹۴۸ء کو پیدا ہوئیں، قاضی صاحب کی سب سے بڑی صاحب زادی ہیں، اپنے نانہالی رشتے میں جناب ماسٹر مصباح الدین صاحب ساکن محمد آباد گوہنہ ضلع مئو کے عقدِ نکاح میں ہیں، ایک لڑکے اور تین لڑکیوں کی ماں ہیں۔

(۶) شمیمہ عائشہ ۵/شعبان ۱۳۷۹ھ کو پیدا ہوئیں، جناب ماسٹر رضوان احمد علیگ نوادہ مبارک پور سے منسوب ہیں، ۶/اولاد میں ۴/اولاد ذکور اور ۲/اولاد اناث کی والدہ محترمہ ہیں۔

محمد صادق مبارک پوری

استاذ حدیث جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور، اعظم گڈھ

۱۶/۴/۱۴۳۶ مطابق ۶/۲/2015

بسم الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم۔

جس طرح کیمیائے سعادت امام غزالیؒ کی اہم کتاب ہے، اسی طرح امام ابن قیم ۷۵۱ھ کی کتاب ''کتاب الروح'' ان کی ایک اہم تصنیف ہے، علامہ ابن قیم نے نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ کے مفہوم اور ان کے احوال کو جس بہترین پیرایہ میں بیان فرمایا ہے، وہ اس قابل ہے کہ پیش نظر کتاب کے ساتھ بطور ضمیمہ یا تتمہ لگادیا جائے۔

کیمیائے سعادت کی جو فصول آپ کے سامنے پیش کی جارہی ہیں، ان میں معرفتِ نفس کا بیان ہے، اس لیے علامہ ابن قیم کی ''کتاب الروح'' کی ان فصول کو بھی پیش کیا جارہا ہے، جن کا تعلق معرفتِ نفس سے ہے۔

امام موصوف نے بتایا ہے کہ نفس انسانی ایک ہی ہے، البتہ اس کے احوال وصفات تین ہیں، جس نفس پر جس صفت اور حالت کا رنگ چڑھ جاتا ہے، اس کے ساتھ اسے متصف کردیا جاتا ہے۔

نفس انسانی کی سب سے گری ہوئی حالت ''نفس امارہ'' ہے، پھر درمیانی راہ جس میں برائی کے بعد احساس ہوجاتا ہے اور نفس خود اس ارتکاب پر کوستا ہے ''نفس لوامہ'' ہے گویا ایسے نفس کو اپنی حقیقت کا احساس وشعور لغزش کے بعد ہوجاتا ہے، اس کے بعد نفس کا سب سے اونچا مقام ''نفس مطمئنہ'' کا ہے، جو درحقیقت سعادت ابدی کی پہلی منزل ہے، انسان اس مقام پر پہونچ کر انسانیت کی تکمیل کرتا ہے اور فیضان خداوندی کے دروازے اپنے اوپر کھول لیتا ہے۔

حاجی عبداللہ سمکری

نفس ایک ہے یا تین

بہت سے لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ ابن آدم کے لیے تین نفس ہیں: نفس مطمئنہ، نفس لوامہ، نفس امارہ، لوگوں میں سے بعض پر اس نفس کا غلبہ ہوجاتا ہے اور بعض پر اُس نفس کا، یہ لوگ ان آیات سے استدلال کرتے ہیں:

(۱) یاایتھا النفس المطمئنۃ۔(۱)

اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ چل۔

(۲) لااقسم بیوم القیامۃ ولااقسم بالنفس اللوامۃ۔(۲)

میں قیامت کی قسم کھاتا ہوں اور نفس لوامہ کی قسم کھاتا ہوں۔

(۳) ان النفس لأمارۃ بالسوء۔(۳)

بے شک ''نفس امارہ'' بری بات کا حکم کرتا ہے۔

لیکن تحقیق یہ ہے کہ نفس تو ایک ہی ہے، البتہ اس کے کچھ صفات ہیں اور صفت کے اعتبار سے نفس کا مختلف نام رکھ دیا جاتا ہے، چنانچہ اس اعتبار سے نفس کو اپنے رب کی عبادت ومحبت اور اس کی طرف رجوع، توکل، تسلیم ورضا، اور سکون وقرار سے اطمینان حاصل ہوجاتا ہے، اسے نفس مطمئنہ کہا جاتا ہے، کیوں کہ نفس کی خدا سے محبت اور اس سے خوف و رجا کا لازمی نتیجہ غیر اللہ کی محبت اور اس کے خوف ورجا سے قطع نظر کرکے ماسوی اللہ کی محبت سے مستغنی ہوتا ہے، اللہ کے ذکر سے غیر کے ذکر کی حاجت باقی نہیں رہتی، اللہ اور اس کی

(۱) سورۂ فجر آیت نمبر ۲۷

(۲) سورۂ قیامہ آیت نمبر ۲،۱

(۳) سورۂ یوسف آیت نمبر ۵۳

ملاقات کے شوق سے غیر کی ملاقات کا شوق ختم ہو جاتا ہے۔

پس طمانینت الی اللہ (یعنی اللہ کی طرف جھک کر بالکل مطمئن ہو جانا) ایک ایسی حقیقت ہے، جو اللہ سبحانہ کی طرف سے بندے کے قلب پر اتر کر اسے اللہ کی طرف لگا دیتی ہے، بندے کے پریشان دل کو اللہ کی جناب میں اس طرح واپس لے جاتی ہے، جیسے بندہ خدا کے سامنے بیٹھ کر اس کے ذریعہ دیکھتا ہے، اسی کے ذریعہ سنتا ہے، اسی کے ذریعہ حرکت کرتا ہے، اسی کے ذریعہ اپنی ذات پر قابو رکھتا ہے۔

پھر یہ طمانینت بندے کے نفس سے گزر کر اس کے دل میں، بدن کے جوڑ جوڑ میں اور ظاہری اور باطنی قویٰ میں سرایت کر جاتی ہے اور اس کی روح کو اللہ کی طرف کھینچتی ہے اور اس کے بشرے قلب اور جوڑوں کو اللہ کی خدمت اور قربت کے لیے نرم کر دیتی ہے، اگر حقیقی طمانینت حاصل ہوسکتی ہے تو صرف خدا اور اس کے ذکر سے، خدا کا ذکر کردہ کلام الٰہی ہے، جسے اس نے اپنے رسول پر نازل فرمایا ہے، چنان چہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الذین آمنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ (۱)

جو لوگ ایمان لائے، ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں، خبردار بے شک اللہ کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔

قلب کی طمانینت کیا ہے؟ قلق، گھبراہٹ اور اضطراب کے زائل ہونے سے اس کا قرار وسکون پا جانا اور یہ بات خدا اور اس کے ذکر کے علاوہ کسی اور چیز سے ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی، خدا کے علاوہ کسی چیز پر اطمینان کرنا خود فریبی ہے اور اس کے علاوہ کسی پر بھروسہ کرنا عاجزی ہے۔

(۱) سورۂ رعد آیت نمبر ۲۸

خدا کا یہ حتمی فیصلہ ہے کہ جو شخص غیر خدا پر مطمئن ہوگا، اسے پریشانی، گھبراہٹ اور اضطراب سے دوچار ہونا پڑے گا، چاہے وہ کیسا ہی صاحب جاہ وحشمت ہو، حتیٰ کہ اگر بندہ اپنے علم وعمل اور اپنی حالت پر مطمئن ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو سلب کر کے زائل کر دیتا ہے۔

جن لوگوں نے غیر اللہ پر اعتماد واطمینان کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی جانوں کو طرح طرح کی بلیات کا نشانہ بنا دیا ہے، تاکہ اس کے بندوں اور دوستوں کو معلوم ہو جائے کہ جو غیر اللہ سے متعلق ہوگا، وہ مقطوع اور سریع الفنا ہوگا اور جو غیر اللہ پر مطمئن ہو جائے گا، وہ اپنے مصالح ومقاصد میں ناکام رہے گا۔

طمانینتِ نفس کی حقیقت

اس طمانینت کی حقیقت جس سے نفس واقعی ''نفس مطمئنہ'' ہو جاتا ہے، یہ ہے کہ نفس خدا کے اسماء وصفات اور نعوت کمال میں اس خبر پر مطمئن ہو جائے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق دی ہے اور اس کے رسولوں نے اس کی طرف پہونچائی ہے، نفس ایسی خبر کو تسلیم ورضا اور اذعان ویقین کے ساتھ پورے شرح صدر کے ساتھ قبول کرے اور اپنے دل کو اس چیز کے پائے جانے پر نہایت ہی خوش کرے۔

فرمانِ رسالت کے متعلق دل معرفتِ خدا کا ایک بڑا ذریعہ ہے، معرفتِ خداوندی کے بارے میں دل اکثر پریشان ومضطرب رہا کرتا ہے، یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، اس کی توحید اور علو علی العرش اور وحی کے ذریعہ ہم کلامی کو معلوم کر لیتا ہے تو اپنی بشاشتِ قلب کے ساتھ ان باتوں پر ایمان لاتا ہے۔

پھر یہ بشاشت اور خوشی اس طرح اس پر اترتی ہے، جیسے شدت پیاس سے جلتے ہوئے
دل پر تازہ اور ٹھنڈا پانی پڑ جاتا ہے، دل اس صورت پر مطمئن ہوتا ہے، اس کو سکون ملتا ہے اور
خوشی حاصل ہوتی ہے، بندے کا دل اور اس کے بدن کے جوڑ اس طرح نرم پڑ جاتے ہیں، جیسے
کہ اس کے رسولوں کی خبر کے مطابق معاملہ کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیا، بلکہ یہ صورت حال دل کے
لیے ایسی ہو جاتی ہے، جیسے آنکھ کے لیے دوپہر میں سورج کا دیکھنا۔

اس مقام پر اگر مشرق و مغرب کے تمام لوگ مل کر اس کے خلاف ہو جائیں، تو ان کی
مخالفت پر توجہ نہ دے گا، اگر لوگ اس بارے میں اس کی مخالفت کریں گے اور وہ ان سے
وحشت محسوس کرے گا تو اپنی تسلی کے لیے کہے گا کہ سیدنا صدیق اکبرؓ تمام اہل زمین کی
مخالفت کے باوجود اپنے تنہا ایمان لانے پر مطمئن تھے، لوگوں کی مخالفت ان کے اطمینان کو
ذرہ برابر کم نہ کر سکی۔

یہ تو طمانینت کا پہلا درجہ ہے، اس کے حصول کے بعد جب بندہ اپنے رب کی
صفات کی آیات سنتا ہے تو اس کی صفتِ طمانینت بڑھتی جاتی ہے، اور اس زیادتی کے لیے کوئی
انتہا نہیں ہے، یہی طمانینت اصول ایمان کی جڑ ہے، جس پر اس کی بنا قائم ہے، پھر بندہ کو
واقعات بعد الموت، عالم برزخ، اور اس کے بعد احوال قیامت کی خبر پر اس طرح اطمینان
ہوتا ہے، جیسے ان حالات کو بچشم خود دیکھ رہا ہے، یہی مقام ایمانی وہ صفت ہے، جسے خدا نے
اہل ایمان کے لیے بیان فرمایا ہے: وبالآخرۃ ھم یوقنون۔ (۱)

اور آخرت کے متعلق وہ لوگ یقین کامل رکھتے ہیں۔

ایمان بالآخرت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا، جب تک قیامت سے متعلق خبر

(۱) سورۂ بقرہ آیت نمبر ۴

پر ایسا اطمینان نہ ہو جائے، جس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو، ایسا ہی شخص آخرت پر حقیقی
ایمان لانے والا ہے۔

جیسا کہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

انہوں نے تحدیث نعمت کے طور پر عرض کیا، یا رسول اللہ! میں حقیقی مومن ہو چکا
ہوں؟ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: "ہر حق بات کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے، تمہارے ایمان کی
کیا حقیقت ہے؟ حارثہ نے عرض کیا" میں نے اپنے نفس کو دنیا اور اہل دنیا سے الگ کر لیا ہے
اور میرا یہ عالم ہو چکا ہے کہ جیسے میں اللہ تعالیٰ کو عرش پر صاف دیکھ رہا ہوں اور اہل جنت
گویا میرے سامنے جنت میں ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں اور اہل جہنم، جہنم میں
عذاب پا رہے ہیں"

یہ سن کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عبد نور اللہ قلبہ۔ (۱)

حارثہ خدا کا وہ بندہ ہے، جس کا دل خدا نے روشن کر دیا ہے۔

طمانینتِ نفس

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر مطمئن ہونے کی دو قسمیں ہیں، ایک ان کے ایمان و
اثبات اور اعتقاد پر مطمئن ہونا، دوسرے آثارِ عبودیت کے ان تقاضوں اور واجبات پر
مطمئن ہونا، جن کو ان اسماء وصفات کا اطمینان چاہتا ہے۔

مثلاً تقدیر کا اثبات اور اس پر ایمان لا کر مطمئن ہو جانا، اس بات کو چاہتا ہے کہ بندہ

(۱) شعب الایمان ج ۱۳ ص ۱۵۸ الزہد وقصر الامل

تقدیر کے معاملہ میں عاجز ہے، تقدیر کی لائی ہوئی چیزوں کے دفعیہ کی طاقت اس میں نہیں ہے، اس لیے بندہ کو چاہئے کہ اسے بلاچون وچرا تسلیم کرلے، غم وغصہ، اور شکوہ وشکایت نہ کرے، نہ اس کا ایمان مضطرب ہو، نہ کسی چیز کے فوت ہونے پر افسوس کرے، نہ خدا کی دی ہوئی چیزوں پر شیخی مارے، کیوں کہ رنج وبلا، اور تکلیف ومصیبت بندہ کی پیدائش سے پہلے اور خود اس پر نازل ہونے سے پہلے اس کے حق میں مقدر ہو چکی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما اصاب من مصيبة فى الارض ولا فى انفسكم الا فى كتاب قبل ان نبراها ان ذلك على الله يسير. لكيلا تاسوا على مافاتكم ولا تفرحوا بما اتاكم. (۱)

کوئی مصیبت نہ اس کو پہنچی اور نہ خود تم کو لاحق ہوئی، مگر قبل اس کے کہ ہم اسے ظاہر کریں، کتاب میں موجود ہے، یہ چیز خدا کے لیے بہت سہل ہے، تاکہ تم مافات پر افسوس نہ کرو اور نہ پائے جانے پر خوش ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما اصاب من مصيبة الا باذن الله و من يو من بالله يهد قلبه. (۲)

نہیں پہنچی کوئی مصیبت مگر اللہ کے حکم سے اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے، وہ اس کے دل کی ہدایت فرماتا ہے۔

اکثر سلف کا قول ہے کہ حقیقی بندہ وہی ہے کہ جب کوئی مصیبت آجاتی ہے تو یہ سمجھ کر کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تسلیم ورضا سے کام لیتا ہے، پس یہ اطمینان جو کہ صفاتِ باری تعالیٰ

(۱) سورۂ حدید آیت نمبر ۲۲

(۲) سورۂ تغابن آیت نمبر ۱۱

کے احکام اور اس کے واجبات اور دنیا میں اس کے آثار پر ہوتا ہے، اس اطمینان سے زائد ہے، جو صرف ان صفات کے علم اور اعتقاد پر ہوتا ہے، اسی طرح دوسری تمام صفات مثلاً سمع، بصر، علم، غضب، محبت کی طمانینت ایمان کی طمانینت ہے۔

طمانینتِ احسان

طمانینتِ احسان اللہ تعالیٰ کے امتثالِ امر اور اس میں اخلاص اور خیر خواہی کی طمانینت ہے، بندہ کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم پر اپنے ارادہ یا خواہش یا کسی کی پیروی کو ہرگز مقدم نہ کرے، کسی ایسے شبہ میں گرفتار نہ ہو، جو خدا کی صفات کی خبر سے ٹکرائے اور نہ ہی کسی ایسی شہوت کو ساتھ لے، جو اس کے امر وحکم کے خلاف ہو، بلکہ اگر کبھی اس قسم کا شبہ یا شہوت پاس گزرے بھی تو اسے ان وسوسوں میں شمار کرے، جن کے بارے میں حکم ہے کہ بندہ آسمان سے گرجانے کو آسان سمجھے مگر ان وسوسوں میں گرفتار نہ ہو۔

اگر کوئی شخص طمانینت کے اس بلند مقام پر پہونچ جاتا ہے تو بقول رسول صلی اللہ علیہ وسلم ''صریح الایمان'' ہے، (۱) یعنی ایمان نے اس کی خواہشوں اور وسوسوں کو پچھاڑ دیا ہے۔

اس طمانینت احسان کی علامت یہ ہے کہ بندہ معصیت کی پریشانی واضطراب سے نکل کر توبہ اور اس کی حلاوت وفرحت پر مطمئن ہوجائے اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لے کہ حقیقی لذت، حلاوت، اور فرحت توبہ کے ذریعے کامیابی میں ہے، اس معاملہ کو وہی شخص اچھی طرح سمجھ سکتا ہے، جس نے گناہ اور توبہ دونوں کی لذت چکھی ہے اور اس کے دل کو دونوں کے آثار سے واسطہ پڑا ہے، توبہ میں ایک ایسا اطمینان وسکون ہے جو معصیت اور گھبراہٹ کا بالکل

(۱) مسند احمد ج ۱۵ ص ۷۹

مقابل ہے، آدمی سے معصیت کی پریشانی کو غفلت و شہوت کا نشہ چھپا دیتا ہے، کیوں کہ ہر شہوت میں شراب کے نشہ سے بڑھ کر نشہ ہوتا ہے، اسی طرح غضب وغصہ میں شراب کے نشہ سے بڑھ کر نشہ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ شہوت پرست عاشق اور مغلوب الغضب غصہ ور دونوں ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ شراب پینے والا بھی نہیں کرتا۔

نیز طمانینتِ احسان کی علامت میں سے یہ بھی ہے کہ بندہ کو پریشانی واضطراب اور خدا کے در سے اعراض سے یکسو ہو کر توجہ الی اللہ، اس کی یاد کی حلاوت اور اس کی محبت و معرفت سے روحانی تعلق کی بناء پر اسے قرار وسکون مل جائے۔

پس روح کا حقیقی اطمینان اس طمانینتِ احسان کے بغیر ہرگز نہیں ہوسکتا، اگر آدمی کا نفس اپنے بارے میں انصاف سے کام لے تو دیکھ سکتا ہے کہ اس طمانینت کے نہ ہونے کے وقت وہ کس قدر اضطراب و پریشانی اور گھبراہٹ میں رہتا ہے، لیکن اس کی غفلت کا نشہ اس صورت حال پر پردہ ڈالے رہتا ہے اور جب یہ نشہ ٹوٹتا ہے اور اصل معاملہ سامنے آتا ہے تو حقیقت حال کھل جاتی ہے۔

فقدان کمال سے اضطراب

اس مقام پر ایک نہایت ہی لطیف نکتہ ہے، جس کا خود سمجھنا اور دوسروں کو سمجھانا نہایت ضروری ہے، اللہ تعالیٰ اس کے سمجھنے اور سمجھانے کی ہمیں توفیق دے۔

وہ نکتہ یہ ہے کہ انسان کے جسم کے ہر عضو کے لیے ایک ایسا کمال ہوتا ہے کہ اگر وہ کمال اس کو حاصل نہ ہو تو وہ عضو اس کے لیے سخت پریشان و بے چین رہتا ہے، مثلاً آنکھ کا کمال دیکھنا، کان کا کمال سننا، زبان کا کمال بولنا ہے، اگر یہ اعضائے بدن اپنی ان قوتوں کو نہ

پائیں، جن سے ان کا کمال ہوتا ہے تو پھر ان کے فقدان کے مطابق ان کو رنج والم اور نقص لاحق ہوگا، پھر دل کا کمال، اس کی نعمتوں ولذت اور خوشی ومسرت خدا کی معرفت، اس سے انس ومحبت اور اس کی طرف پورے طور سے متوجہ ہونے میں ہے، لہٰذا اگر دل ان باتوں سے خالی ہوگا تو اس آنکھ اور زبان سے زیادہ مضطرب اور پریشان ہوگا، جس کی بصارت اور قوت نطق معدوم ہو چکی ہے، اس حالت میں اگر چہ اسے دنیا اور اس کے اسباب اور قسم قسم کے علوم مل جائیں، مگر کسی صورت بھی اسے راحت نصیب نہیں ہوسکتی، البتہ دل اس صورت میں سکون پا سکتا ہے، جب کہ صرف خدا تعالیٰ اس کا محبوب، الٰہ اور حقیقی مطلوب ہو اور صرف وہی اس بات کے حاصل کرنے میں معین ومددگار ہو۔

حقیقی امر یہ ہے کہ ایاك نعبد وایاك نستعین۔ (اے خدا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور ہم تجھ ہی سے استعانت چاہتے ہیں۔

اس کی تحقیق کے بغیر بندہ کو اطمینان نہیں مل سکتا، طمانینت کے بارے میں مفسرین کے اقوال کا مرجع یہی قول ہے، چناں چہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ نفس مطمئنہ کا مطلب ''نفس مصدقہ'' (یعنی بلا چون وچرا تسلیم کر لینے والا) ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''نفس مطمئنہ'' وہ نفس ہے، جو یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کا رب ہے اور پھر اللہ تعالیٰ جو کچھ اس کے ساتھ کرے، اس میں اس کے حکم وامر کو تسلیم کرے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''نفس مطمئنہ'' وہ نفس ہے، جو اللہ کے ہر قول کی تصدیق کرتا ہے۔

حضرت منصور نے مجاہد سے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ نفس مطمئنہ وہ نفس ہے، جو

یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کا رب ہے اور اس کے حکم کی تعمیل کے لیے اپنے نفسانی جوش کو بالکل ہی مار دے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن نجیح سندیؒ نے فرمایا کہ ان سے ہی ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ نفس مطمئنہ وہ ہے، جو خدا کی طرف پہونچ کر ختم ہو جائے، نیز فرمایا کہ ''نفس مطمئنہ'' وہ نفس ہے، جو اللہ سے ملاقات کا یقین رکھے۔

حاصل کلام یہ کہ نفس مطمئنہ کے بارے میں علمائے سلف کا کلام ان ہی دو اصولوں پر چل رہا ہے، ایک علم اور ایمان کی طمانینت اور دوسرے ارادہ اور عمل کی طمانینت۔

نفس مطمئنہ کی پہلی منزل

جس وقت نفس شک کو چھوڑ کر یقین پر، جہل سے ہٹ کر علم پر، غفلت سے گزر کر ذکر پر، خیانت سے نکل کر توبہ پر، ریاکاری سے باز آکر اخلاص پر، جھوٹ سے دامن جھاڑ کر سچائی پر، عجز کو ترک کر کے عقل مندی پر، تکبر سے نجات پاکر کسر نفسی پر اور بے عملی سے رستگاری حاصل کر کے عمل پر مطمئن ہو جاتا ہے۔

اور ان تمام باتوں کی جڑ اور ان کا منشا ایک قلبی بیداری ہے، یہی بیداری نیکی کی پہلی کنجی ہے، کیوں کہ لقاء خداوندی کے لیے تیاری کرنے سے غفلت کرنے والا اور آخرت کے لیے توشہ سے لاپرواہی برتنے والا بمنزلہ سونے والے کے ہے، بلکہ اس کا حال سونے والے کے حال سے برا ہے۔

عقل مند آدمی اللہ کے وعدہ وعید اور ان کے تقاضوں کو، یا اللہ کے اوامر ونواہی اور ان کے احکام وحقوق کو خوب جانتا ہے، لیکن قلب کی نیند حقیقت کے ادراک سے اسے پردہ

میں رکھتی ہے اور حقیقت حال کا پتہ لگانے سے باز رکھتی ہے، دل کی نیند وہ غفلت ہے، جس میں وہ عقل مند بہت طویل مدت تک سوتا رہتا ہے۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نفسانی شہوتوں کے تقاضے اسے پھنسا لیتے ہیں اور اس پر عادات قبیحہ قبضہ کر لیتی ہے، اہل باطل سے ربط وضبط ہو جاتا ہے، تضییع اوقات کرنے والے کی مشابہت پر وہ راضی ہو جاتا ہے، پس وہ عقل مند سونے والے کے ساتھ اپنی نیند میں سوتا رہتا ہے اور بدمستوں کے ساتھ نشہ میں چور رہتا ہے، تا آں کہ حق کی کوئی تنبیہ اس کے دل سے اس غفلت کے پردے کو ہٹا دیتی ہے، وہ بندہ اللہ کے اس واعظ ونصیحت گر کی بات کا جواب دیتا ہے، جو ہر مومن کے دل میں ہوا کرتا ہے۔

یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی غفلت کی نیند سوتا رہتا ہے کہ یکبارگی خود اس کی فکر وعقل میں کوئی اہم تبدیلی کا جذبہ اور بلند ارادہ پیدا ہو جاتا ہے اور پھر وہ اپنی قوت فکری کے بل بوتے پر اس طرح نعرۂ تکبیر بلند کرتا ہے کہ اس کے واسطے جنت کے محلات روشن ہو جاتے ہیں، اس کی قوت فکر اس کے سامنے ایسا نور کر دیتی ہے کہ جس کی روشنی میں وہ اپنی پیدائش کے وقت سے دخول جنت تک کے ان تمام مقامات کو دیکھ لیتا ہے، جو اس کے لیے پیدا ہو چکے ہیں اور دیکھتا ہے کہ دنیا سرعت کے ساتھ ختم ہو رہی ہے، اپنے عاشقوں کے جان لے رہی ہے اور وہ اپنے چاہنے والوں کے ساتھ طرح طرح کی برائیاں کر رہی ہے، پس دنیا کا یہ حال دیکھ کر اس روشنی میں اپنے عزم وارادہ کے بل بوتے پر یہ کہتا ہوا کھڑا ہوتا ہے:

یاحسرتا علی ما فرطت فی جنب اللہ۔ (۱)

ہائے حسرت! ان زیادتیوں پر جنھیں میں نے خدا کی جناب میں کیا ہے۔

(۱) سورۂ زمر آیت نمبر ۵۶

اور اپنی بقیہ عمر کو جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں، تلافی مافات کے لیے وقف کر کے مردہ زندگی کو زندہ کرتا ہے، پرانی لغزشوں پر متنبہ ہوتا ہے اور اس وقت کو ہزار غنیمت سمجھتا ہے، جو اگر موت ہو جائے تو ساری نیکی ھباءً منثورًا ہو جائے۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بیداری کے نور میں خدا کی ان بے شمار نعمتوں کو دیکھتا ہے، جو اس کے شکم مادر میں استقرار کے وقت سے اب تک مہیا کی گئی ہیں، وہ شخص رات دن، باہر اندر، سوتے جاگتے، ظاہر، باطن ان نعمتوں میں پلتا رہتا ہے، ان نعمتوں کو اگر شمار کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، ان میں سے ادنی ترین نعمت نفس کی نعمت ہے۔

اور اس کے اوپر ہر دن چوبیس ہزار نعمتیں ہیں، اس سے اندازہ کر لو کہ نفس کے علاوہ خدا کی کتنی نعمتیں اور ہیں۔

پھر بندہ اس نور بیداری کی روشنی میں دیکھتا ہے کہ میں ان نعمتوں کے شمار سے عاجز اور ان کے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہوں، اگر میرا منعم اپنی ایک نعمت کا حق طلب کرے تو میرے سارے کے سارے اعمال ایک ہی نعمت کے حق ادا کرنے میں رہ جائیں تو اس وقت یقین کر لیتا ہے کہ اگر خدا کی رحمت اور اس کا عفو و فضل نہ ہو تو نجات مشکل ہے۔

پھر اس بیداری کی روشنی میں دیکھتا ہے کہ اگر میں اتنا بڑا اور اہم کام کر ڈالوں، جسے جن و انس مل کر کرتے ہیں، تب بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت کے مقابلہ میں یہ کام نہایت ہی حقیر ہے اور اس کی عظمتِ شان اور جلالتِ سلطان کے لیے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

یہ بیداری محض خدا کا فضل اور اس کا احسان ہے کہ اس نے بندے کے لیے اس کی توفیق مہیا فرمائی، اس کے حصول میں امداد کی، اس نے اپنے ارادہ سے اس کو بندہ کے لیے چاہا اور پیدا کیا، اگر اللہ تعالیٰ اس کو توفیق نہ دیتا تو بندہ کے لیے اس بیداری کا حاصل کرنا ناممکن

ہو جاتا، جب بندہ یہ خیال کرے گا تو اپنے ذاتی اعمال کے صدور کو اپنی جانب سے نہ دیکھے گا اور اسے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے عمل کو قبول نہیں فرماتا جسے بندہ اپنا عمل سمجھتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس عمل کو صرف اللہ کی توفیق اور اس کا احسان اور فضل نہ سمجھے اور یہ کہ یہ صرف خدا کی طرف سے ہے، اس کی طرف سے نہیں، اس کی طرف سے تو برائی اور اس کے اسباب کا صدور ہوتا ہے، اس کے اوپر جتنی نعمتیں ہیں، سب کی سب صرف خدائے واحد کی طرف سے بطور صدقہ یا فضل ہے، ورنہ اس بندہ کے پاس کوئی ایسا سبب یا وسیلہ نہ تھا، جو ان نعمتوں کو کھینچ کر اس کے پاس لاتا۔

جب بندہ بیداری کے اس بلند مقام پر پہونچ جاتا ہے تو پھر اپنے رب اور معبود ہی کو ہر نیکی کا اہل سمجھنے لگتا ہے اور اپنے آپ کو ہر برائی کے قابل سمجھتا ہے اور یہی چیز تمام ظاہری اور باطنی نیک کاموں کی بنیاد ہے اور اعمال نیک کو اصحابِ یمین کے دفتر میں ثبت کرتی ہے۔

اس کے بعد بندہ کی بیداری کا وہ نور ایک دوسرے انداز میں جلوہ گر ہوتا ہے، جس کی روشنی میں بندہ اپنے نفس کے عیوب، اپنے اعمال کے جرم اور گزشتہ گناہوں، برائیوں، بے ہودگیوں، اور حقوق سے کوتاہیوں کو نگاہوں کے سامنے محسوس کرتا ہے، پھر جب اپنی ان برائیوں کے ساتھ خدا کے احسانات اور اس کی نعمتوں کو ملاتا ہے تو اسے صاف نظر آجاتا ہے کہ خدا کے احسانات کے مقابلہ میں میری کوئی نیکی نہیں، بلکہ برائیاں ہیں، وہ یہ دیکھ کر شرم کے مارے اپنا سر اوپر نہیں اٹھاتا۔

ایسی حالت میں اس کا دل مطمئن اور نفس منکسر ہو جاتا ہے، اس کے اعضاء بدن راس ہو جاتے ہیں اور بندہ خدا کی نعمتوں کے مشاہدے اور اپنی برائیوں کے مطالعہ کے درمیان سر جھکائے ہوئے، خدا کی جناب میں پڑ جاتا ہے، اور اس کی زبان پر یہ الفاظ ہوتے ہیں، خداوندا

تیری ان نعمتوں کے سہارے جو مجھ پر ہیں، تیری طرف لوٹ رہا ہوں اور اپنے گناہوں کو لے کر حاضر ہو رہا ہوں تو انھیں بخش دے، کیوں کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں ہے، اس وقت بندہ اپنے نفس کی نہ کوئی نیکی دیکھتا ہے، اور نہ اسے کسی نیکی کے قابل سمجھتا ہے، ایسی صورت میں دو اہم باتیں پیدا ہوتی ہیں، ایک یہ کہ خدا کے احسانات کی وہ بڑی قدر کرتا ہے اور انھیں بہت زیادہ سمجھتا ہے، دوسرے یہ ہے کہ اپنی عبادت کو خواہ کیسی ہی ہو، نہایت حقیر اور کم تصور کرتا ہے، پھر اس کے بعد وہ نور بیداری ایک دوسرے رنگ سے چمکتا ہے، جس کی وجہ سے بندہ اپنے وقت کی قدر و قیمت، اس کی عزت و شرافت کو پہچان کر اسے اپنی سعادت کا راس المال سمجھنے لگتا ہے۔

وقت کی قدر و قیمت کے احساس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے ایسے کاموں میں خرچ کرنے سے بخل کرنے لگتا ہے، جن میں خدا کی قربت نہ ہو، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ وقت کے ضائع کرنے میں سراسر خسران اور حسرت و ندامت ہے، اور اس کی نگہداشت میں فائدہ ہی فائدہ اور سعادت ہی سعادت ہے، اسی تصور کی وجہ سے اپنے اوقات کو ان چیزوں میں خرچ کرنے سے اس کا نفس بخل کرنے لگتا ہے، جن میں اس کی آخرت کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

پھر اسی روشنی میں بندہ ان چیزوں کو بھی دیکھتا ہے، جنھیں یہ بیداری چاہتی ہے یعنی گناہوں سے توبہ، اعمال کا محاسبہ و مراقبہ اور اس بات سے شرمانا کہ میرے منعم حقیقی کی عبادت میں کوئی دوسرا بڑھ جائے، خدا کی رضامندی اور اس کی قربت کا احساس کہ اس نے مجھے چند کھوٹے سکوں کے بدلے اس دنیا میں خرید کر اپنا بنالیا ہے، اب میرے نفس کو اس محبوب حقیقی کا غلام ہو جانا چاہئے۔

غرض کہ اس قسم کے خیالات آنا اور ان پر عمل کرنا، بیداری کے آثار اور اس کے

موجبات ہیں اور یہی آثار نفس مطمئنہ کی ابتدائی منزلیں ہیں، جہاں سے اللہ تعالی اور عالم آخرت کی طرف سفر شروع ہوتا ہے۔

نفس لوامہ

نفس لوامہ کی قسم اللہ تعالی نے اس آیت میں بیان فرمائی ہیں:

ولا اقسم بالنفس اللوامة. (۱)

اور قسم کھاتا ہوں نفس لوامہ کی۔

نفس لوامہ کی تشریح میں اختلاف ہے، ایک جماعت کہتی ہے کہ نفس لوامہ وہ نفس ہے، جو ایک حالت پر برقرار نہ رہے، اس جماعت نے لوامہ کا ماخذ لفظ ''تلوم'' کو ٹھہرایا ہے، جو تردد کے معنی میں ہے، نفس بھی بہت رنگ بدلتا ہے اور الٹ پلٹ ہوتا ہے، ایسا نفس خدا تعالی کی مخلوقات میں سے ایک بڑی اہم نشانی ہے، جو ایک گھڑی میں مختلف رنگ بدلتا ہے، کبھی ذکر کرتا ہے اور کبھی غافل ہو جاتا ہے، کبھی سامنے آتا ہے اور کبھی دور بھاگتا ہے، کبھی لطیف بن جاتا ہے، کبھی کثیف ہو جاتا ہے، کبھی نرم ہوتا ہے اور کبھی سخت ہو جاتا ہے، کبھی محبت کرتا ہے، کبھی دشمن بن جاتا ہے، کبھی خوش ہوتا ہے اور کبھی غمگین ہوتا ہے، کبھی راضی ہو جاتا ہے، کبھی غضب ناک ہو جاتا ہے، کبھی نافرمان بن جاتا ہے، کبھی متقی ہو جاتا ہے، کبھی فسق و فجور کرنے لگتا ہے۔

غرض کہ ہر وقت قسم قسم کا رنگ بدلتا ہے، یہ تو ایک ہی وقت کی بات ہے، ورنہ ایک دن میں ایک مہینے میں ایک سال میں اور عمر بھر میں خدا جانے کیا کیا رنگ بدلتا رہتا ہے، نفس لوامہ کے متعلق ایک جماعت کا یہ قول ہے۔

(۱) سورۂ قیامہ آیت نمبر ۲۰۱

دوسرے گروہ نے کہا کہ "لوامہ" لفظ "لوم" سے ماخوذ ہے، اس کے بعد ان میں اختلاف ہوگیا ہے، ایک فرقہ کا قول ہے کہ "نفس لوامہ" مومن ہی کا نفس ہوتا ہے اور لوامہ اس کی صفت مجردہ ہے۔

امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ تم مومن کو ہمیشہ دیکھو گے کہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرتا ہے اور کہتا ہے، تونے اس کام کے کرنے سے کیا ارادہ کیا؟ یہ کام کیوں کیا؟ اس کام کے علاوہ دوسرا کام کرنا بہتر تھا، غرض اسی قسم کی باتیں کہتا ہے۔

دوسرے کا قول ہے کہ "نفس لوامہ" مومن کا وہ نفس ہے، جو اسے گناہ میں پھنسا کر اس گناہ پر ملامت کرتا ہے، یہ ملامت ایمان کی علامت ہے، شقی آدمی اپنے نفس کو گناہ پر ملامت نہیں کرتا ہے بلکہ گناہ کے فوت ہونے پر وہ شقی اور اس کا نفس ایک دوسرے کو لعنت و ملامت کرتے ہیں۔

ایک جماعت کا قول ہے کہ "لوم" مومن اور شقی دونوں کے لیے ہے، نیک ہو یا بد، دونوں ہی اپنے نفس کو ملامت کرتے ہیں، البتہ نیک بخت اللہ کی معصیت اور اس کی اطاعت کے ترک پر نفس کو ملامت کرتا ہے اور بد بخت آدمی نفسانی خواہشات کے فوت ہونے پر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے۔

ایک طائفہ کا کہنا ہے کہ یہ "لوم" قیامت کے دن ہوگا، کیوں کہ اس دن ہر ایک آدمی اپنے نفس کو ملامت کرے گا، گناہ گار اپنی گناہ گاری پر اور نیک کار کم نیکی کرنے پر۔

یہ تمام اقوال حق ہیں، ان میں باہمی کوئی منافات نہیں ہے، کیوں کہ نفس ان تمام بیان کردہ حالات وصفات سے متصف ہے اور اس اعتبار سے اس کا نام "نفس لوامہ" رکھا گیا ہے، البتہ نفس لوامہ دو قسم کا ہوتا ہے۔

ایک "لوامہ ملومہ" یعنی وہ خود بھی اپنے کو ملامت کرے اور دوسرا بھی اسے ملامت کرے، یہ ظالم جاہل نفس ہے، جسے اللہ اور اس کے فرشتے ملامت کرتے ہیں۔

دوسرا لوامہ غیر ملومہ یعنی وہ خود اپنے اوپر ملامت کرے، مگر دوسرا اسے ملامت نہ کرے، یہ وہ نفس ہے، جو طاعتِ خداوندی میں لگے رہنے کے باوجود صاحب نفس کو ہمیشہ تقصیر کا الزام دے کر ملامت کرتا ہے۔

ایسا نفس "لوامہ" تو ہے مگر ملومہ نہیں ہے، اشرف ترین نفس وہی ہے، جو اطاعتِ خداوندی کے بارے میں اپنے کو خود ملامت کرتا رہے اور خدا کی رضا جوئی کے لیے دوسرے اطاعت گروں کی [illegible] سہتا رہے اور کسی ملامت گر کی ملامت کو برا نہ مانے، ایسا ہی نفس اللہ کی ملامت سے نجات پاتا ہے اور جو نفس اپنے اعمال وکردار پر خوش ہو کر اپنے کو نہ بچائے اور خدا کے بارے میں ملامت گروں کی ملامت کو برداشت نہ کرے تو اللہ عزوجل کی ملامت کا نشانہ بنتا ہے۔

نفس امارہ

نفس امارہ بدترین نفس ہے، ہر برائی کا حکم کرتا ہے، اور یہ بات اس کی طبیعت میں داخل ہے، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق دے اور ثابت قدم رکھ کر بچالے، کوئی شخص اپنے نفس کے شر سے بغیر توفیق خداوندی نہیں بچ سکتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عزیز مصر کی عورت کا قول نقل فرمایا ہے:

وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم. (۱)

(۱) سورۂ یوسف آیت نمبر ۵۳

میں اپنے نفس کو پاک نہیں ٹھہراتی، نفس برائی کا بہت حکم کرنے والا ہے الا یہ کہ میرا رب رحم فرمائے، وہ بے شک غفور ورحیم ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ماز کا منکم من احد ابدا۔ (۱)

اگر خدا کا فضل اور اس کی رحمت تم لوگوں پر نہ ہوتو تم میں سے کوئی بھی کسی کے ذریعہ پاک نہ ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے سب سے بہتر انسان اور اپنے محبوب ترین نبیؐ کے حق میں فرمایا ہے:

ولولا ثبتناك لقد كدت تركن اليهم شيئا قليلا۔ (۲)

اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف کچھ مائل ہو جاتے۔

رسول اللہ ﷺ خطبۂ حاجت یعنی خطبہ نکاح میں لوگوں کو یہ تعلیم دیتے تھے۔

الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ۔

سب تعریف خدا کے لیے ہے، ہم اس سے مدد چاہتے ہیں، اس سے استغفار کرتے ہیں، خدا کے ذریعہ ہم اپنے نفس کی برائیوں سے اور اپنے اعمال کی لغزشوں سے پناہ چاہتے ہیں، جسے اللہ ہدایت دیدے، اس کے لیے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے گمراہ کردے، اسے

(۱) سورۂ نور آیت نمبر ۲۱

(۲) سورۂ اسراء آیت نمبر ۷۴

کوئی راہ راست پر لانے والا نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شر انسان کے نفس میں پوشیدہ ہے، جو برے اعمال کا سبب بنتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور اس کے نفس سے نظر ہٹالے تو وہ بندہ اپنے نفس کے شر اور برے اعمال کی ضد میں آکر ہلاک ہو جائے اور اگر اللہ تعالیٰ اسے توفیق دے اور امداد کرے تو نجات پا جائے، پس ہم اپنے خدا سے اپنے نفس کے شر اور اعمال کی سیئات سے پناہ مانگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نفسوں یعنی نفس امارہ اور لوامہ کے ذریعہ انسان کا امتحان لیتا ہے، جس طرح کہ نفس مطمئنہ کے ذریعہ اسے مکرم ومحترم بناتا ہے، ایک ہی نفس پہلے امارہ ہوتا ہے، پھر لوامہ اور پھر اس کے بعد مطمئنہ ہو جاتا ہے، نفس کا مطمئنہ ہو جانا اس کا انتہائی کمال وصلاحیت ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے نفس مطمئنہ کی مختلف روحانی لشکروں سے مدد کی ہے، فرشتہ کو اس کا ساتھی اور قریب دوست بنا دیا، جو اسے راہ راست پر رکھتا ہے اور حق وصداقت اس کے اندر ڈالتا ہے، اسے حق کی ترغیب دلاتا ہے، اس کا حسن صورت دکھاتا ہے، اور باطل سے روک کر اسے بے رغبت کر دیتا ہے، اس کی بری صورت سامنے لاتا ہے اور نفس مطمئنہ جو کچھ قرآن وحدیث، اذکار واعمال کو جانتا ہے، ان سے ان کی مدد کرتا ہے اور ایسی صورت پیدا کر دیتا ہے کہ ہر طرف سے نیکیاں اور توفیق کی آسانیاں اس کے پاس برابر آنے لگتی ہیں، نفس مطمئنہ جس قدر ان چیزوں پر اللہ کا شکر اور اس کی حمد کرتا ہے، اس کی امداد بڑھتی جاتی ہے۔

اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نفس امارہ سے جنگ پر قادر ہوتا ہے اور ایمان ویقین اس کے لیے بادشاہ اور فوج کا کام کرتے ہیں، پورا اسلامی لشکر اس کے جھنڈے کے نیچے ہوتا ہے

اور نفس امارہ کے مقابلہ میں جب تک ایمان ڈٹا رہتا ہے، نفس مطمئنہ بھی ڈٹا رہتا ہے اور جب وہ
دور ہٹ جاتا ہے تو نفس مطمئنہ بھی دور بھاگ جاتا ہے، پھر اس اسلامی لشکر کے امراء اور ذمہ
دار ایمان کے وہ شعبے ہوتے ہیں، جو مختلف اشکال وہیئات میں جوارح بدن سے متعلق ہوتے ہیں،
جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، مخلوق کی خیر خواہی، ان کے ساتھ مختلف
طور پر احسان کرنا وغیرہ۔

اسی طرح ایمان کے باطنی شعبے سے متعلق امور اس اسلامی لشکر کے امراء ہوتے
ہیں، مثلاً اخلاص، توکل، انابت، توبہ، مراقبہ، صبر، حکم، تواضع، مسکنت، اللہ اور رسول کی محبت
سے قلب کا پُر ہونا، اللہ کے اوامر اور حقوق کا احترام خدا کے لیے اور خدا کے بارے میں
غیرت، شجاعت، عفت، شفقت، رحمت وغیرہ وغیرہ۔

ان ساری باتوں کا مرکز اخلاص اور صدق ہے، پس صادق مخلص نہیں تھکتا، پس
صراط مستقیم پر قائم رکھا جائے اور نہ ہی صدق واخلاص کے حرم سے خارج ہوتا ہے کہ اس پر ڈاکہ
ڈالا جائے اور شیاطین اسے گمراہ کر کے زمین پر اس طرح چھوڑ دیں کہ چاہے عملی زندگی
گزارے، چاہے بے عملی کی راہ اختیار کرے اور بہر حال سراسر خدا سے دوری ہوتی جائے،
حاصل کلام یہ ہے کہ جو کچھ خدا کے لیے اور خدا کی طرف سے ہوگا، وہ نفس مطمئنہ کا نگراں و
محافظ ہوگا۔

نفس مطمئنہ کے مقابل میں نفس امارہ کا حال یہ ہے کہ اس کا ساتھی اور قریبی
دوست شیطان ہوتا ہے، جو اسے طرح طرح کے وعدوں اور تمناؤں میں پھنسائے رکھتا ہے، اس
میں باطل خیالات ڈالتا ہے اور اسے برائی کا حکم کر کے برائی کو مزین صورت میں پیش کرتا ہے،
طرح طرح کی جھوٹی تمناؤں اور مہلک شہوتوں سے اس کی مدد کر کے نفسانی خواہشوں اور

ارادوں کی راہ سے شیطان خود داخل ہوتا ہے اور دوسری تمام برائیوں کو بھی داخل کرتا ہے، نفس
پر شیطان کو قابو دلانے والی سب سے بڑی چیز خود نفس کی خواہش ہے، اس زمرے سے اس کے
بھائی دوسرے شیاطین خوب واقف ہوتے ہیں۔

چنانچہ حرام کاریوں کے لیے وہ سب سے زیادہ مدد نفس کی خواہش اور اس کے
ارادہ سے لیتے ہیں، جب شیاطین کسی کے معاملہ میں ناکام ہوجاتے ہیں تو فوراً اپنی کامیابی کی
دوسری صورت سوچتے ہیں۔

پھر اپنی قوت شیطانیہ سے اس صورت کو حاصل کر کے بہترین شکل میں نفس کے
سامنے پیش کرتے ہیں اور جب نفس مزین صورت دیکھ کر اس کے لیے اپنی خواہش کا دروازہ
کھول دیتا ہے تو سب کے سب یکبارگی اندر ٹوٹ پڑتے ہیں اور اندرونی مملکت کے گوشے
گوشے میں غارت گری مچا دیتے ہیں۔

پھر کیا ہے؟ قتل وغارت، فتنہ، فساد، سلب ونہب، غرض وہ سب کرتے ہیں، جو ایک
دشمن، دشمن کے ملک میں کرتا ہے۔

پھر وہ سب کے سب جب اندر خبر لیتے ہیں تو ایمان، قرآن، ذکر اللہ اور نماز کے
آثار تباہ کر لیتے ہیں، مسجدوں کو ویران کر کے بت خانے، گرجے اور شراب کی بھٹیوں کو آباد
کرتے ہیں، پھر مملکتِ نفس کے سلطان کو گرفتار کر کے اس کا ملک سلب کر لیتے ہیں اور اس کی
عبادت رحمٰن سے ہٹا کر عبادتِ اوثان پر لگا دیتے ہیں، اطاعتِ خداوندی کی عزت سے
برطرف کر کے معصیت کی ذلت میں ڈال دیتے ہیں، سماع رحمانی کی محفل سے ہٹا کر سماع
شیطانی کی بزم میں لے جاتے ہیں اور اللہ رب العالمین کی تیاری سے روک کر اخوان
الشیاطین سے ملاقات میں لگا دیتے ہیں۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہی شخص جو حقوق اللہ اور اوامر الٰہیہ کی پاسبانی کرتا تھا، اب خنزیروں کی پاسبانی کرتا ہے اور عزیز ورحیم کی خدمت میں لگے رہنے کے بجائے ہر شیطان رجیم کی خدمت گزاری میں لگ جاتا ہے۔

ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ نفس مطمئنہ کا ساتھی فرشتہ ہوتا ہے اور نفس امارہ کا شیطان۔

ابوالاحوص نے عطاء بن سائب سے، انھوں نے مرہ سے اور انھوں نے عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

ان للشيطان لمة ابن اٰدم وللملك لمة فامالمة الشيطان فايعاد بالشر وتكذيب بالحق وامالمة الملك فايعاد بالخير وتصديق بالحق فمن وجد ذلك فيعلم انه من الله ويحمدالله ومن وجد الآخر فليتعوذبالله من الشيطان الرجيم ثم قرأ ”الشيطان يعد كم الفقرويامر كم بالفحشاء.“

ابن آدم کے ساتھ ایک چونکا شیطان کا ہوتا ہے اور ایک چونکا فرشتہ کا، شیطان کا چونکا شر کا وعدہ کرنا اور حق کی تکذیب کرنا۔

اور فرشتہ کا چونکا خیر کا وعدہ کرنا اور حق کی تصدیق کرنا ہے، جب کوئی شخص اس چیز کو محسوس کرے تو سمجھ لے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، اس پر خدا کی حمد وشکر کرے۔

اور جو شخص دوسری بات یعنی شیطانی چونکا پائے تو خدا کے ذریعہ شیطان ملعون سے پناہ مانگے۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: جس کا ترجمہ یہ ہے: شیطان تم سے محتاجی وفقر کا وعدہ کرتا ہے اور برائی کا حکم دیتا ہے۔

عمرو نے بھی اس روایت کو عطاء بن سائب سے روایت کیا ہے، بلکہ عمرو نے اس میں یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ ہم نے اس حدیث کے بارے میں سنا ہے کہ کہا جاتا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص فرشتہ کے چونکے سے محسوس کرے تو اسے چاہئے کہ اللہ کی حمد کرے اور اس کے فضل کا سوال کرے اور جب شیطان کے چونکے سے کچھ محسوس کرے تو چاہئے کہ اس سے استغفار کرے اور شیطان سے پناہ مانگے۔

نفس مطمئنہ اور نفس امارہ کے تقاضے

نفس مطمئنہ کے لیے ایمان کی طرف سے فرشتہ اور اس کا لشکر آتا ہے، ان کے تقاضے نفس مطمئنہ سے یہ ہوتے ہیں۔

توحید، احسان، نیکی، تقوی، صبر، توکل، توبہ، انابت، رجوع اللہ قصر امل موت اور اس کے مابعد کے لیے تیاری کرنا وغیرہ وغیرہ۔

اور نفس امارہ کے لیے کفر کی جانب سے شیطان اور اس کی فوج آتی ہے، ان کے تقاضے مذکورہ بالا باتوں کے خلاف ہوتے ہیں، ہر ایسی چیز جو خدا کے لیے نہ ہو اور اس سے اس کی رضا جوئی مقصود نہ ہو، اللہ تعالیٰ شیطان کو مسلط کر کے اس کی جاگیر بنا دیتا ہے۔

شیطان نفس امارہ کو اس کام کے لیے آمادہ کرتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ نفس مطمئنہ سے ہر کام چھین کر نفس امارہ کے قبضے میں دیدے اور اس طرح اس کو تقویت پہونچائے، نفس امارہ کی انتہائی آرزو یہی ہوتی ہے کہ دنیا بھر کی چیزیں اس کے لیے خاص ہو جائیں اور وہ ان

سے دل چسپی لیتا رہے، ایسی صورت میں نفس مطمئنہ کے لیے شیطان اور نفس امارہ سے بچ کر اعمال کو صرف خدا کے لیے کرنا نہایت دشوار ہوجاتا ہے، اس کش مکش میں ایک نیک عمل بھی اگر اچھی طرح بھی انجام کو پہونچا دیتا ہے تو بندہ کو اس سے نجات ہوجاتی ہے۔

لیکن شیطان اور نفس امارہ دونوں نفس مطمئنہ کے لیے ایک نیک کام بھی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے کہ وہ اسے خدا تک پہونچائے، اسی لیے بعض ایسے حضرات جو اللہ اور اپنے نفس سے اچھی طرح واقف ہیں، کہتے ہیں کہ اگر مجھے یہ علم ہوجائے کہ میرا ایک عمل بھی خدا تک پہونچ جائے گا تو میرے نزدیک سب سے محبوب جس غائب چیز کا انتظار ہوگا، وہ موت ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ میرا ایک سجدہ بھی قبول فرمالے گا تو میری محبوب ترین غائب چیز موت ہوگی۔

انما یتقبل اللہ من المتقین۔ (۱)

بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں کے اعمال صالحہ کو قبول فرماتا ہے۔

نفس امارہ کی غارت گری

نفس امارہ ہر وقت نفس مطمئنہ کی مخالفت کے لیے تیار رہتا ہے، جب بھی نفس مطمئنہ کی طرف سے کوئی کارِ خیر پیدا ہوتا ہے، نفس امارہ اس کے مقابلہ میں کوئی نہ کوئی "شر" لاکر "خیر" کو خراب کر دیتا ہے، جس وقت نفس مطمئنہ ایمان اور توحید کی بات پیش کرتا ہے تو نفس امارہ شک اور نفاق لاتا ہے، تاکہ ایمان میں رخنہ پیدا کر دے۔

(۱) سورۂ مائدہ آیت نمبر ۲۷

نیز شرک، غیر اللہ کی محبت، غیر کا خوف اور غیر سے امید پیدا کر کے توحید میں خلل انداز ہوتا ہے، پھر یہ ظالم اس وقت تک رضامند نہیں ہوتا، جب تک نفس مطمئنہ غیر اللہ کی محبت اور اس کے خوف ورجا کو اللہ سبحانہ کی محبت اور اس کے خوف ورجا پر مقدم نہ کرے۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نفس مطمئنہ کے پاس جو کچھ اللہ سبحانہ کا حصہ ہوتا ہے، وہ مؤخر ہوجاتا ہے اور جو کچھ مخلوق کا حصہ ہوتا ہے، وہ مقدم ہوجاتا ہے، نفس امارہ اور نفس مطمئنہ کی جنگ کے نتیجے مین اکثر مخلوق کا یہی حال ہوتا ہے۔

جس وقت نفس مطمئنہ صرف اتباعِ رسول کا جذبہ اپنے سامنے لاتا ہے تو نفس امارہ وحی کے مقابلہ میں فیصلہ کرنے کے لیے لوگوں کے آراء واقوال کو پیش کرتا ہے اور ایسے ایسے گمراہ کن شبہات پیش کرتا ہے جو اتباعِ رسول اور تحکیم سنت اور دوسروں کے اقوال سے بے التفاتی کے جذبہ کو فنا کر دیتے ہیں، اس آویزش کے نتیجے میں دونوں نفسوں کے درمیان جنگ چھڑ جاتی ہے اور کامیابی کا سہرا اس کے سر ہوتا ہے، جس کی مدد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جس وقت نفس مطمئنہ اخلاص، صدق، توکل، انابت الی الحق مراقبہ سامنے لاتا ہے تو نفس امارہ ان کے خلاف خیالات کو لاکر انھیں ختم کر دیتا ہے اور خدا کی قسم کھاتا ہے کہ ان باتوں سے میرا مطلب صرف احسان اور توفیق ہے، لیکن خدا جانتا ہے کہ وہ اس قسم میں جھوٹا ہے، اس کا مقصد صرف اپنی خواہش کا پورا کرنا اور اتباعِ سنت کے دائرہ سے نکل کر اپنے ارادہ اور شہوت میں پھنسانا ہے، جب آدمی نفس امارہ کے قابو میں ہوجاتا ہے تو درحقیقت اتباعِ سنت کی صاف ستھری فضا سے نکل کر حرص وہوائے نفس کی تنگ وتاریک کوٹھری میں بند ہوجاتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر ایسا شخص جہاتِ دنیا کے اندر تنگی میں ہوتا ہے، عالم برزخ میں اس سے زیادہ تنگی میں ہوتا ہے اور آخرت میں دونوں جہانوں سے زیادہ تنگ مقام میں ہوتا ہے۔

نفس امارہ کی یہ حیرت انگیز کارستانی ہے کہ وہ قلب اور عقل پر جادو کر کے بہتر سے بہتر چیز کو اس کے سامنے بُری سے بُری شکل میں پیش کرتا ہے، اکثر مخلوقات کی عقل بچوں کی سی ہوتی ہے، لوگ اس بارے میں بچپن کے اس دور سے بھی نہیں گزرتے، جس میں بچہ اپنے رجحانات کو چھوڑ دیتا ہے، چہ جائے کہ حد بلوغ کو پہونچیں، جو کہ عاقل بالغ کو دو بہتر چیزوں میں قوت امتیاز اور طریق فرق عطا کرتا ہے کہ اسے قبول کریں، یا دو بری چیزوں میں سمجھ دیتا ہے، تاکہ اس سے پرہیز کریں، جب عقل وہوش کے اعتبار سے عوام الناس کا یہ عالم ہے تو نفس امارہ آدمی کے سامنے خالص توحید کی صورت کو جو شمس وقمر سے بھی زیادہ واضح ہے، بُری صورت میں پیش کر کے عوام الناس کے ذہن میں یہ بات ڈالتا ہے کہ توحید میں تو بڑے بڑے انسانوں کی تنقیص ہے، اس میں ان کی ہتک، ذلت اور سراسر توہین ہے کہ وہ بالکل ہی بے بس ومجبور ہو جائیں۔

جادوگر نفس امارہ یہ خیالات پیدا کر کے ان کو بتاتا ہے کہ خالص توحید میں ان بزرگان دین کی کیسی بے عزتی ہے، جیسے ان بزرگوں اور عام غریبوں بے بسوں اور محتاجوں میں کوئی فرق ہی نہیں ہے۔

ان خیالات کی وجہ سے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام خالص توحید کے عقیدے سے سخت متنفر ہو جاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں:

اجعل الآلهة الها واحدا ان هذا لشيء عجاب۔ (۱)

کیا اس نے سارے خداؤں کو ایک بنا دیا ہے، یہ تو بڑی عجیب چیز ہے۔

اور نفس امارہ اتباع رسول اور آپ کی سنتوں کو ترجیح دینے کو ایسی صورت میں پیش

(۱) سورۂ ص آیت نمبر ۵

کرتا ہے کہ جس سے لوگوں کو یہ معلوم ہونے لگے کہ اس میں علماء کی توہین ہے، یہ بات علماء کے اقوال اور ان کی علمی شان کے خلاف ہے کہ وہ تو قرآن وحدیث کا جو مطلب بیان کرتے ہیں، اتباع سنت میں اس کے خلاف باتیں پائی جاتی ہیں، بھلا سنت رسول اور ان کے خیالات میں اختلاف کیسے ہو سکتا ہے، اگر ان کے اقوال کو ہم چھوڑ دیں تو ان کی شان میں ر گستاخی ہو جائے گی، اگر علماء نے نہیں سمجھا تو ہم کیسے صحیح سمجھ سکتے ہیں، غرض اس قسم کی باتیں سوچ سوچ کر لوگ سنت سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور اپنے خود ساختہ علماء کے اقوال وآراء کی اتباع کرتے ہیں۔

علماء کے کلام ان کے نزدیک واجب الاتباع ہوتے ہیں، اور رسول کی حدیثیں اگر ان کے علماء کے موافق ہوتی ہیں تو قبول کرتے ہیں، ورنہ نہیں مانتے، یا ان کی تاویل کرتے ہیں۔

ان اقوال قبیحہ پر یہ جادوگر نفس امارہ قسم کھاتا ہے:

ان اردنا الا احسانا وتوفيقا۔ اولئك الذين يعلم الله ما في قلوبهم۔ (۱)

ہمارا مقصد صرف احسان اور توفیق ہے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ان لوگوں کے دل میں کیا ہے؟

اور نفس امارہ اخلاص ومحبت کے جذبہ کو ایسی صورت میں پیش کرتا ہے کہ لوگ متنفر ہو جاتے ہیں، عقل معیشی اور خاطر مدارات کے طور وطریقہ سے آدمی خارج ہو جاتا ہے اور جب اپنے اعمال وافعال میں اخلاص پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کی طاقت نہیں پاتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اظہارِ خلوص کے ساتھ مخلصانہ عمل نہ کرنے کی وجہ سے لوگ اسے مبغوض سمجھنے لگتے ہیں، وہ لوگوں کو مبغوض سمجھنے لگتا ہے۔

(۱) سورۂ نساء آیت نمبر ۶۲

لوگ اس سے عداوت رکھتے ہیں، وہ لوگوں سے دشمن کا سا معاملہ برتنے لگتا ہے، اس کی راہ اور ہوتی ہے، اور دوسرے لوگوں کی راہ اور، اس صورت حال کی وجہ سے وہ اعمال خیر واخلاص سے سخت نفرت کرنے لگتا ہے اور اس کی انتہائی کوشش یہی ہوتی ہے کہ معمولی سے معمولی کام کر کے اپنی نجات حاصل کرے، اگر چہ یہ کام لوگوں کے لیے نہ مفید ہو، اور نہ ہی لوجہ اللہ ہو۔

نفس امارہ اللہ کے ساتھ سچائی اور مرتد سے جنگ کی صورت کو ایسے قالب میں پیش کرتا ہے کہ جس سے معلوم ہو کہ اس بات میں مخلوق سے عداوت اور جنگ ہے، نیز آدمی محسوس کرنے لگتا ہے کہ یہ بات تکلیف مالا یطاق ہے، اس کی وجہ سے میں ملامت گروں کا نشانہ بن جاؤں گا۔

غرض اس قسم کی باتیں انسان سوچنے لگتا ہے، جن کو نفس امارہ پیدا کرتا ہے، نیز نفس امارہ جہاد کی حقیقت کو اس صورت میں پیش کرتا ہے کہ اس میں تو صرف جان لینا، عورت کو قبضہ میں لانا بچوں کو یتیم کرنا اور مال کا تقسیم کرنا ہے۔

زکوۃ، صدقہ کو نفس امارہ اس صورت میں پیش کرتا ہے کہ اس میں سراسر مال کی جدائی اور نقصان سے اپنا ہاتھ خالی کر کے دوسروں کا محتاج ہونا ہے، فقیروں کے برابر ہونا ہے اور پھر آخر کار اپنی پرانی حالت پر آجانا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے صفات کمالیہ کے اس اثبات کو اس صورت میں پیش کرتا ہے کہ اس میں خدا کی مماثلت اور مشابہت لازم آتی ہے، جس کی وجہ سے آدمی خود اس کے اثبات سے بھاگتا ہے اور دوسروں کو بھی بھگاتا ہے، اسی طرح تعطیل (یعنی خدا کا معطل اور بے کاروبار ہونا) اور الحاد (بددینی) کو خدا کی تنزیہ اور تعظیم کی صورت میں پیش کرتا ہے۔

اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ نفس امارہ ان صفات، اخلاق، اور افعال کو جنھیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے، ایسے رنگ میں پیش کرتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ ناپسند فرمانے لگتا ہے، بظاہر بعض چیزوں کو نہایت بہترین اسلوب میں طمع بازی کر کے بندے کے سامنے لاتا ہے، حالاں کہ باطن میں وہی چیز نہایت شنیع ہوتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ اس ابلیس کی وجہ سے نیک وبد میں تمیز نہیں کرسکتا۔

اس صورت حال سے دین کی صحیح بصیرت والے حضرات ہی نجات پاتے ہیں، کیوں کہ افعال کا صدور اپنے ارادے اور نفس امارہ اور نفس مطمئنہ دونوں ہی سے ہوتا ہے اور بظاہر دونوں کے کام ایک قسم کے ہوتے ہیں، مگر باطن میں ان دونوں میں فرق ہوتا ہے۔

جیسے مدارات (یعنی خاطر تواضع) نفس مطمئنہ کی طرف سے ہوتی ہے اور مداہنت (یعنی اخلاقی مظاہرے کے نام پر اپنے دین سے غفلت برتنا) نفس امارہ کی طرف سے ہوتی ہے، اسی طرح ایمانی خشوع، منافقانہ خشوع اور شرافت نفس تکبر اور حمیت، جفا اور تواضع ذلت اور خدا کے معاملہ میں عزیمت دنیا میں سربلندی اور خدا کے لیے حمیت وغضب، نفس کے لیے حمیت وغضب اور سخاوت، اسراف اور ہیبت، کبر اور اپنے نفس کو عیوب سے بچانا، تکبر کرنا اور شجاعت جرات، اور عزیمت، بزدلی، اور میانہ روی، بخیلی اور پرہیز بدظنی، اور فراست، گمان اور خیر خواہی، غیبت اور ہدیہ، رشوت اور صبر، قساوت اور عفو، ذلت دل کی سلامتی اور بے وقوفی، غفلت اور ثقاہت فریبخوردگی اور رجاء، تمنا اور خدا کی نعمت کا اظہار، اس پر فخر اور دل کی فرحت، نفس کی فرحت اور دل کی نرمی، جزع اور غصہ، کینہ اور رغبت حسد اور عزت کی محبت، امامت اور دعوت الی اللہ کی محبت اور خدا کے لیے محبت خدا کے ساتھ اوروں کی محبت اور توکل، کمزوری اور عاجزی احتیاط وسوسہ اور فرشتہ کا الہام، شیطانی الہام اور خدا کی طرف جھک جانا، افسوس کرنا، اور

میانہ روی، کمی اور کوشش، غلو اور بوقت ضرورت اپنی حالت کی خبر دینا، شکایت کرنا۔

ان تمام چیزوں کی ظاہری صورت ایک قسم کی ہوتی ہے لیکن پھر ان کے اچھے اور برے کی تقسیم ہوتی ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ بعض غیرت اس قسم کی ہوتی ہے، جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے، اور بعض غیرت کو ناپسند فرماتا ہے، پس خدا کی پسندیدہ غیرت وہ ہے، جو کسی شک کی چیز میں ہو اور ناپسندیدہ غیرت وہ ہے، جو غیر شک والی چیز میں ہو اور بعض تکبر خدا کو ناپسند ہے اور بعض پسند ہے، پس وہی تکبر پسند ہے، جو جہاد کے موقع پر ہو۔

صحیح بخاری میں ہے:

لاحسد الا فی اثنین رجل اٰتاہ اللہ مالا وسلط علی ھلکتہ فی الحق ورجل اٰتاہ اللہ الحکمۃ فھو یقضی بھا ویعلمھا ۔ (۱)

صرف دو آدمی کے متعلق حسد کرنا جائز ہے، ایک تو وہ شخص ہے، جسے اللہ نے دولت دی ہو اور اسے حق کے لیے خرچ کرنے کا پورا حوصلہ دیا ہو، دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے حکمت دانائی دی ہو، جس سے وہ دینی فیصلہ کرے اور اسے دوسروں کو سکھائے۔

(۲) ان اللہ رفیق یحب الرفق یعطی علی الرفق مالا یعطی علی العنف ۔ (۲)

اللہ تعالیٰ رفیق ہے یعنی نرمی برتنے والا ہے، رفق کو پسند فرماتا ہے اور رفق نرمی سے ایسی چیز دیدیتا ہے جو سختی سے نہیں دیتا۔

(۳) من اعطی حظہ من الرفق فقد اعطی حظہ من الخیر ۔ (۳)

جس شخص کو رفق ونرمی کا حصہ مل گیا تو اس کو خیر کا حصہ مل گیا۔

---

(۱) ج ۱ ص ۲۵ باب الاغتبات فی العلم
(۲) صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۰۰۳ باب فضل الرفق
(۳) مسند حمیدی ج ۱ ص ۷۵ ۳، احادیث ابی الدرداء

رفق ونرمی اور چیز ہے اور سستی اور کاہلی اور چیز ہے، سست آدمی مصلحت بینی کی بنا پر کام کے امکان کے باوجود بیٹھ رہتا ہے، اسی طرف مدارات اچھی صفت ہے اور مداہنت بری صفت ہے، ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ مدارات کرنے والا اپنے مقابل کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتا ہے، یہاں تک اس حق کو اگلوا لیتا ہے، یا خود اسے باطل سے پھیر دیتا ہے اور مداہنت کرنے والا اس کے ساتھ اس لیے نرمی کرتا ہے کہ اسے باطل پر قائم رکھے اور ہوا وحرص کی گمراہی میں چھوڑ دے، مدارات اہل ایمان کا کام ہے، اور مداہنت اہل نفاق کا شیوہ ہے۔

اس کی عمدہ مثال یوں سمجھو کہ ایک شخص کو پھوڑا ہو گیا اور نہایت شدت کا درد اٹھا، یہ حال دیکھ کر ایک طبیب نے (یعنی جو مدارات کرنے والا ہے) آکر پھوڑے کا حال معلوم کیا، پھر اسے نرم کرنے کے لیے دوائیں دینے لگا، یہاں تک کہ پھوڑا پک گیا اور اس پر نہایت سہولت کے ساتھ نشتر لگا، تمام فاسد مواد کو نکال پھینکا اور زخم پر مرہم، دوا وغیرہ رکھ دی، اس کے فاسد مادہ کی جڑ ختم ہو گئی، پھر مسلسل مرہم رکھتا گیا، یہاں تک کہ گوشت آ گیا، اس کے بعد ایسی دوا استعمال کرائی جو پھوڑے کی رطوبت کو خشک کردے اور برابر مرہم پٹی کرتا رہا، یہاں تک کہ چند روز کے بعد پھوڑا بالکل اچھا ہو گیا۔

ایک دوسرے شخص کو ایسا ہی پھوڑا نکلا، اس کے پاس مداہن طبیب آیا، اس نے پھوڑے کا رنگ ہی دیکھ کر کہہ دیا، فکر نہ کرو، اس پھوڑے میں کوئی دم نہیں ہے، بس ایک معمولی پٹی باندھ لو کہ ہر وقت دیکھ دیکھ کر اس کا خیال نہ رہا کرے، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے پھوڑے کا مادہ دن بدن بڑھتا گیا کہ نوبت یہاں تک پہونچی کہ بڑا خطرناک پھوڑا ہو گیا۔

بعینہ یہی مثال نفس مطمئنہ اور نفس امارہ کی ہے، جب ایک معمولی پھوڑے کا جو کہ چنے کے برابر ہوتا ہے، حال یہ ہو جاتا ہے تو اس فساد کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے، جسے نفس امارہ

کے فاسد مادہ نے ابھارا ہے، نفس امارہ توشہوات کی کان اور تمام برائیوں کی جڑ ہوتا ہے، شیطان ہروقت اپنے مکروفریب کے حربہ کے ساتھ اسے طرح طرح کی آرزو، تمنا اور خواہش سے خوش کرتا رہتا ہے، پورے طرح سے جادو کرکے اس کے دل ودماغ کو پھیر دیتا ہے، اور وہ نفع بخش چیز کونقصان دہ، اور نقصان دہ چیز کونفع بخش چیز سمجھنے لگتا ہے۔

خدا بہتر جانتا ہے کہ یہ سب سے بڑا جادو ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فانی تسحرون جس جادو کی نسبت کفار ومشرکین اللہ کے رسولوں کی طرف کرتے تھے، درحقیقت وہی سحر تھا، جو یہ کفار ومشرکین ضلالت، فساد، جنون اور سفاہت کی نسبت انبیاء ورسل کی طرف کرتے تھے اور حقیقت میں ان باتوں کے اہل وہی تھے، اس لیے انبیاء ورسل اور امراء امت نے نفس امارہ اور اس کے ساتھی شیطان سے پناہ مانگی ہے کہ یہ دونوں ہرفساد کی جڑ ہیں اور دونوں ایک ساتھ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے آگے ہی بڑھتے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) فاذا قرات القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ (۱)

جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی شیطان مردود سے پناہ مانگو۔

(۲) واما ینزغنك من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ انه سمیع علیم۔ (۲)

اگر تمہیں شیطان کی طرف سے چونکا لگے تو اللہ کی پناہ مانگو، بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

(۳) وقل اعوذ بك من همزات الشیطان۔ واعوذ بك رب ان

(۱) سورۂ نحل آیت نمبر ۹۸

(۲) سورۂ اعراف آیت نمبر ۲۰۰،

یحضرون۔ (۱)

پس کہو اے رب! میں تیری پناہ شیطان کے وسوسوں سے مانگتا ہوں اور اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔

(۴) قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق ومن شر غاسق اذا وقب ومن شر النفثٰت فی العقد ومن شر حاسد اذا حسد۔

آپ کہئے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں، تمام مخلوقات کے شر سے اور اندھیری رات کے شر سے، جب وہ رات آجائے اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والیوں کے شر سے، جب وہ حسد کرنے لگے۔

ان آیات میں نفس امارہ کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے۔

قل اعوذ برب الناس ملك الناس اله الناس من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنة والناس۔

آپ کہئے کہ میں آدمیوں کے مالک، آدمیوں کے بادشاہ، آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں، وسوسہ ڈالنے والے، پیچھے ہٹنے والے کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، خواہ وہ جن ہو یا آدمی ہو۔

اس سورہ میں نفس امارہ کے ساتھی سے استعاذہ ہے، جو درحقیقت بدترین ساتھی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کاملہ تامہ کے ذریعہ ان ہی دو خطرناک چیزوں سے اپنے نبیوں اور ان کے پیروں کو پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے۔

(۱) سورۂ مومنون آیت نمبر ۹۷

علمائے شریعت کے نزدیک روح کیا ہے

محدثین ،فقہاء اور اربابِ تصوف کا قول ہے کہ روح نفس کے علاوہ ایک اور چیز ہے ، امام مقاتل بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ انسان کے لیے حیات ، روح ، اور نفس تین چیزیں ہیں ، جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا وہ نفس نکل جاتا ہے ، جس سے اشیاء کو سمجھتا ہے ، لیکن بدن سے بالکل خارج نہیں ہوتا ، بلکہ اس لمبی رسی کی طرح نکلتا ہے ، جس کے لیے شعاع ہوتی ہے اور اسی نفس کے ذریعہ خواب دیکھتا ہے ، اور حیات اور روح دونوں بدن میں پائی جاتی ہیں ، اسی میں ان کا تقلب اور تنفس جاری رہتا ہے ، جب آدمی کو حرکت دی جاتی ہے ، تو فوراً یہ دونوں لوٹ آتی ہیں ، جب اللہ تعالیٰ اسے نیند میں مارنا چاہتا ہے ، تو جو نفس نکلتا جاتا ہے ، اسے روک لیتا ہے ۔

نیز امام مقاتل کا یہ قول بھی ہے کہ جب آدمی سوجاتا ہے تو اس کا نفس نکل کر اوپر کو چڑھتا ہے ، اور جو خواب دیکھتا ہے ، واپس آکر روح کو اس کی خبر دیتا ہے ، پھر روح قلب کو بتاتی ہے ، جب آدمی صبح کو بیدار ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے ایسا ایسا خواب دیکھا ہے ۔

امام ابوعبد اللہ بن مندہ فرماتے ہیں کہ پھر روح اور نفس کی معرفت میں لوگوں کا اختلاف ہے ، بعضوں نے کہا کہ نفس طینی ناری ہے ، یعنی مٹی اور آگ سے پیدا ہے اور روح نوری اور روحانی ہے ۔

بعضوں نے کہا کہ روح لاہوتی ہے ، اور نفس ناسوتی ہے اور جاندار مخلوق اس میں مبتلا کی گئی ہے ۔

ایک جماعت یعنی اہل اثر کا قول ہے کہ روح نفس سے جدا اور نفس روح سے جدا

ہے ، البتہ نفس کا قوام روح سے ہے اور نفس بندہ کی روح ہے اور رجحان ، شہوت ، بلا اسی نفس میں معجون ہیں اور انسان کے حق میں اس کے نفس سے زیادہ متعدی بیماری کوئی نہیں ، کیوں کہ نفس صرف دنیا کی تمنا اور اسی سے محبت کرتا ہے ، البتہ روح آخرت کی دعوت دے کر اس کو ترجیح دیتی ہے ، اور خواہش کو نفس کے تابع کرتی ہے اور شیطان کو نفس اور خواہش دونوں کا تابع کرتی ہے اور فرشتہ کو عقل اور روح کے تابع کرتی ہے ، پھر اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنے الہام کے ذریعہ امداد پہونچاتا ہے ۔

ایک فریق کا قول ہے کہ ارواح اللہ کے امر سے ہیں ، اللہ نے ان کی حقیقت اور ان کے علم کو مخلوق سے پوشیدہ رکھا ۔

ایک گروہ کہتا ہے : ارواح اللہ کے نور سے ایک نور ، اس کی حیات سے ایک حیات ہے ، اس کے بعد پھر اس گروہ میں اس بات کے اندر اختلاف ہوگیا ہے کہ روح اور نفس جسموں کے مرنے سے مرتے ہیں یا نہیں مرتے ؟

کچھ لوگ کہتے ہیں ارواح نہ مرتی ہیں اور نہ پرانی ہوتی ہیں ، اور کچھ لوگ کا کہنا ہے کہ ارواح بھی خلق کی صورت پر ہوتی ہیں ان کے لیے بھی ہاتھ ، پیر ، کان ، زبان وغیرہ ہوتے ہیں ۔

ایک طبقہ کا قول یہ ہے کہ مومن کے لیے تین روحیں ہوتی ہیں اور منافق اور کافر کے لیے ایک روح ہوتی ہے ، بعضوں نے کہا ہے کہ انبیاء اور صدیقین کے لیے پانچ روحیں ہیں ، بعض نے کہا ہے کہ ارواح روحانی ہیں ، جو ملکوت سے پیدا ہیں ، جب پاکیزہ ہوجاتی ہے تو عالم ملکوت میں پہونچ جاتی ہے ، میں کہتا ہوں کہ جو روح قبض کی جاتی اور مرجاتی ہے وہ ایک ہی یعنی نفس ہے اور وہ روح جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی تائید فرماتا ہے ، وہ اس کے علاوہ ایک دوسری روح ہے ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

اولئك كتب في قلوبهم الايمان وايدهم بروح منه. (۱)

یعنی یہ لوگ وہ ہیں کہ ان کے دلوں میں ایمان ضروری قرار دیدیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے روح کے ذریعہ ان کی تائید کی ہے۔

جس روح سے اللہ نے حضرت مسیح بن مریم کی تائید کی تھی، اسی قسم کی روح تھی،

اذقال الله یاعیسی بن مریم اذکر نعمتی علیك وعلی والدتك اذایدتك بروح القدوس. (۲)

یعنی جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! یاد کرو میری نعمت کو اپنے اوپر اور اپنی والدہ کے اوپر جب کہ مٹیں نے روح القدس سے تیری "تائید کی" اسی طرح وہ روح جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے، ڈالتا ہے، بدن والی روح کے علاوہ ہوتی ہے۔

بعض مرتبہ بدن کے قویٰ کو روح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، چنانچہ روح باصرہ، روح سامعہ وغیرہ بولا جاتا ہے، یہ روحیں ایسے قویٰ کا نام ہے، جو بدن میں امانت کے طور پر رکھے گئے ہیں، جو جسموں کے مرنے سے ساتھ خود بھی مرجاتے ہیں، یہ قویٰ اس روح کے علاوہ ہوتے ہیں: جو نہ جسموں کے مرنے سے مرتی ہے، نہ پرانی ہوتی ہے۔

روح کے لفظ کا اطلاق ان کے علاوہ ایک خاص چیز پر بھی ہوتا ہے یعنی اللہ کی معرفت، اس کی طرف رجوع، اس سے محبت اور اس کی طلب میں ہمت کا ابھرنا بھی روح کے نام سے پکارا جاتا ہے، اس معرفتِ الٰہی کی روح کی نسبت روح کی طرف ایسی ہی ہے جیسی

(۱) سورۂ مجادلہ آیت نمبر ۲۲

(۲) سورۂ مائدہ آیت ۱۱۰

بدنی روح کی نسبت بدن کی طرف ہے، جس طرح بدنی روح نکل جانے کے بعد روح بیکار ہوجاتی ہے کیوں کہ دراصل اسی معرفت کی روح سے اللہ کے اولیاء کی تائید ہوتی ہے۔

اسی واسطے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں میں روح ہے، فلاں میں روح نہیں ہے، روح کے اس اطلاق کے رو سے علم کے لیے روح ہے، احسان کے لیے روح ہے، اخلاص کے لیے روح ہے، محبت کے لیے روح ہے، رجوع الی اللہ کے لیے روح ہے توکل کے لیے روح ہے، صدق کے لیے روح ہے اور ان روحوں کے اندر عوام بہت زیادہ مختلف المرتبت ہیں، جن لوگوں پر یہ روحیں غلبہ حاصل کرتی ہیں، وہ روحانی ہوجاتی ہیں اور جن لوگوں سے یہ روح پوری یا اکثر کم ہوجاتی ہے، وہ ارضی بہیمی ہوجاتے ہیں۔

قاضی اطہر مبارک پوری

شب برات ۱۳۶۹ھ

مطابق ۱۹۵۰ء

فہرستِ تصانیف مؤرخِ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ

اردو مطبوعہ تصانیف

نمبر	نام کتاب	صفحات
۱	اسلامی نظامِ زندگی	۱۸۵
۲	اسلامی شادی	۵۷
۳	اسلامی ہند کی عظمت رفتہ	۲۴۳
۴	افاداتِ حسن بصریؒ	۷۰
5	آثار واخبار	۱۵۰
۶	ائمہ اربعہ	۲۵۵
۷	بناتِ اسلام کی علمی ودینی خدمات	۹۶
8	تبلیغی وتعلیمی سرگرمیاں عہد سلف میں	۱۳۰
9	تدوین سیر ومغازی	۳۲۰
10	تدوین حدیث	۱۱۴
11	تذکرۂ علمائے مبارک پور	۳۶۸
۱۲	حج کے بعد	۷۰
۱۳	خلافتِ راشدہ اور ہندوستان	۲۸۰
۱۴	خلافت امیہ اور ہندوستان	۶۷۱
15	خلافت عباسیہ اور ہندوستان	۵۵۸
۱۶	خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم وتربیت	۳۹۲

نمبر	نام کتاب	صفحات
۱۷	خواتین اسلام کی علمی ودینی خدمات	۱۸۰
18	دیار پورب میں علم اور علماء	۵۰۹
19	سندو ہند کی قدیم شخصیات	۴۰۰
۲۰	صالحات	۴۸
21	صفاتِ نفس	۵۶
۲۲	طبقات الحجاج	۱۹۵
۲۳	عرب وہند عہدِ رسالت میں	۲۰۰
۲۴	علیؓ وحسینؓ	۳۳۶
۲۵	علمائے اسلام کے القاب وخطابات	۴۷
۲۶	علمائے اسلام کی خونی داستانیں	۲۴۸
۲۷	قاعدہ بغدادی سے صحیح بخاری تک	۵۶
۲۸	قاضی اطہر مبارک پوریؒ کے سفرنامے	۳۵۰
۲۹	کاروانِ حیات (خودنوشت سوانح حیات)	۲۳۸
۳۰	معارف القرآن	۱۴۱
۳۱	مآثر ومعارف	۳۷۱
۳۲	مئے طہور دیوان قاضی اطہر مبارک پوریؒ	۴۶۰
۳۳	محمد کے زمانے کا ہندوستان مع ہندوستان صحابہ کے زمانے میں	۳۴۶
۳۴	مسلمان	۶۴
۳۵	مسلمانوں کے ہر طبقہ میں علم وعلماء	۲۸۸

۳۶ مکتوباتِ امام احمد بن حنبل ۶۴
۳۷ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں ۳۴۰
۳۸ ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت ۵۴

عربی مطبوعات

۳۹ العرب والہند فی عہد الرسالہ ۱۴۰
۴۰ حکومات العرب فی السند والہند
۴۱ العقد الثمین فی فتوح الہند ومن ورد فیھا من الصحابۃ والتابعین ۲۱۳
۴۲ الہند فی عہد العباسیین ۷۸
۴۳ تاریخ اسماء الثقات تحقیق و تعلیق ۲۳۵
۴۴ دیوانِ احمد شرح و تعلیق ۴۸
۴۵ رجال السند والہند الی القرن السابع ۵۸۸
۴۶ جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول تعلیق و تصحیح ۱۶۰

مطبوعہ تصانیف کا مختلف زبانوں میں ترجمہ

۴۷ خواتین اسلام کی دینی و علمی خدمات (انگلش) ۱۱۱
۴۸ عرب و ہند عہدِ رسالت میں (عربی)
۴۹ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں (عربی)
۵۰ عرب و ہند عہد رسالت میں (سندھی)
۵۱ رجال السند والہند (اردو) ۴۰۰